اے بی سی (آڈٹ بیورو آف سرکولیشن) کی مصدقہ اشاعت

لہٗ دعوۃ الحق

فون نمبر دارالعلوم : ۴ — قرآن و سنّت کی تعلیمات کا علمبردار — فون نمبر رہائش : ۲

جلد نمبر ۱۷ — ذی قعدہ ۱۴۰۲ھ

شمارہ نمبر ۱۱ — اگست ۱۹۸۲ء

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

مدیر : سمیع الحق

اس شمارے میں

بدل اشتراک ۔ پاکستان میں سالانہ ۲۵/- روپے ۔ فی پرچہ ۲/۵۰ روپے ۔ بیرون ملک بحری ڈاک ۳ پونڈ ہوائی ڈاک ۵ پونڈ

سمیع الحق استاذ دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا۔

نتیجہ امتحانات شرکاء دورۂ حدیث شریف ۱۴۰۲ھ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

ملحقہ وفاق المدارس العربیہ

کل نمبر ۶۰۰ درجہ علیا ۳۶۰ وسطیٰ ۲۴۰ درجہ ادنیٰ یا اس سے کم دارالعلوم حقانیہ سے کل ۱۰۲ طلباء نے وفاق المدارس کے امتحانات میں شمولیت کی جبکہ ۵ نے باہر دارالعلوم کے امتحانات میں شرکت کی۔ مجموعی نتیجہ تقریباً ۹۰ فیصد رہا۔

رول نمبر	نام طالب علم مع ولدیت	حاصل کردہ نمبر	رول نمبر	نام طالب علم مع ولدیت	حاصل کردہ نمبر
۱	مولانا احمد چراغ دین ولد محمود تاج الدین	۳۳۶	۱۶	مولانا حمد اللہ بن مولانا شیر ین	۲،۵۹
۲	" احمد رحمت شاہ بن مولوی نعیم شاہ	۲۴۴	۱۷	" خان محمد نیازی بن شیر خان	۳۰۴
۳	" امام محمد بن دین محمد	۲۷۱	۱۸	" خلیق الرحمان بن محمد عبدالرحمان	۳۱۵
۴	" امین اللہ بن مولانا عبدالجبار	۲۵۰	۱۹	" خیر اللہ بن مولانا عبدالحکیم	۲۰۱
۵	" احسان الرحمان بن سراج گل	۳۵۶	۲۰	" خیر محمد بن خان احمد	۲۱۶
۶	" احمد حسن بن محمد حسن	۲۹۶	۲۱	" خواجہ محمد بن حبیب اللہ	۱۷۰
۷	" امیر حمزہ بن فیض محمد	۲۴۹	۲۲	" دین محمد بن امام الدین	۲۰۶
۸	" انیس الرحمان بن محمد رحمان	۳۳۴	۲۳	" روح اللہ بن حسین گل	۱۴۰
۹	" مان اللہ بن محمد اسحاق	۳۰۱	۲۴	" سردار علی بن عبدالمجید	۲۱۳
۱۰	" ختر سعید بن کرامت شاہ	۳۹۱	۲۵	" سخی مرجان بن ماہین	۲۶۱
۱۱	" نعام الرحمان بن حافظ جمعہ گل	۲۹۸	۲۶	" سید سلام شاہ بن مولوی سید شاہ	۳۱۹
۱۲	" تحسین اللہ بن عبدالرزاق	۲۶۵	۲۷	" سمیع الحق بن غلام احمد	۳۱۲
۱۳	" حسین احمد بن مفتی محمد فرید صاحب	۳۰۷	۲۸	" شیر علی خان بن حاجی حیات خان	۳۱۰
۱۴	" حبیب اللہ بن رحیم اللہ	۳۲۹	۲۹	" شمس الدین بن محمد امین	۲۶۸
۱۵	" حسین احمد بن مولانا محمد علی مرحوم	۲۲۲	۳۰	" شہزادہ بن صاحب دین	۲۶۳

رول نمبر	نام طالب علم مع ولدیت	حاصل کردہ نمبر
۳۰	مولانا صاحب خان بن عالم خان	۲۸۷
۳۲	" عبدالجلیل بن حلیم گل	۳۰۸
۳۳	" عبدالصمد بن دادکرم	۲۶۲
۳۴	" عجب نور بن گل داد	۲۷۱
۳۵	" محمد عبیداللہ بن سید تیمور شاہ	۳۶۳
۳۶	" عصمت اللہ بن عبدالخالق	۲۸۹
۳۷	" محمد ایوب بن محمد حنیف	۲۸۱
۳۸	" عبدالرحمان بن محمد حیات	۲۵۰
۳۹	" عبدالستار بن گل دین	۲۳۵
۴۰	" عبدالسلام بن محمد علم	۲۶۸
۴۱	" عبدالقیوم بن حضرت شاہ	۲۳۶
۴۲	" عبدالاحد بن مولانا محمد علی مرحوم	۳۱۲
۴۳	" عبدالصمد بن عبدالسلام	۳۱۱
۴۴	" عبیدالرحمان بن محمد ایوب	۳۱۷
۴۵	" فریداللہ بن حمیداللہ	۲۹۸
۴۶	" فیض اللہ بن مولوی بلوچ خان	۲۷۴
۴۷	" نقیر نواز بن حاجی جمالدار	۲۵۴
۴۸	" فضل حبیب بن محب الدین	۲۳۳
۴۹	" فضل ربی بن مولوی احمد جان	۲۸۵
۵۰	" فضل امین بن حکمت شاہ	۲۵۶
۵۱	" فضل غفار شاہ بن دلبر شاہ	۲۸۱
۵۲	" فریدالحق بن شمس الحق	۳۲۹
۵۳	" فیض الباری بن عبدالمطہر	-
۵۴	" گل جمال بن اکبر علی خان	۲۷۴
۵۵	مولانا گل محمد بن مکی خان	۲۸۳
۵۶	" گل باچا بن فضل الرحمٰن	۲۶۴
۵۷	" گلاب خان بن نواب خان	۲۴۰
۵۸	" گلزار احمد بن حاجی خادم شاہ	۲۸۰
۵۹	" گل فرین شاہ بن زرعند شاہ	۲۵۰
۶۰	" گلزار احمد بن حسام الدین	۱۷۳
۶۱	" محمد سلیمان بن عزیز الرحمان	۲۸۷
۶۲	" محمد جمال بن گل وار شاہ	۳۰۳
۶۳	" محمد یوسف بن محمد موزک	۳۲۰
۶۴	" محمد زمان بن امان اللہ	۲۶۶
۶۵	" محمد عبداللہ بن بہادر	۲۶۲
۶۶	" محمد سردار بن محمد یاسین	۳۱۰
۶۷	" محمد حنیف بن محمد حسین	۳۲۶
۶۸	" معراج الدین بن مولانا سندی	۲۵۵
۶۹	" محمد سعید بن مولوی نور محمد	۳۶۴
۷۰	" منظہر الدین بن محمد امین	۳۴۸
۷۱	" محبوب اللہ بن سیف الرحمان	۴۴۳
۷۲	" قاضی محمد راشد الحسینی بن مولانا محمد زاہد الحسینی	۳۰۹
۷۳	" محمد سرور بن سردار	۲۹۴
۷۴	" محمد طاہر بن محمد	۳۸۰
۷۵	" محمد افضل بن سید افضل	۲۸۹
۷۶	" مصباح الدین بن مولوی احمد دین	۳۶۲
۷۷	" محمد قاسم بن مولانا میاں داد	۲۷۷
۷۸	" محمد ظاہر بن محمد عنایت	۳۲۰

رول نمبر	نام طالب علم مع ولدیت	حاصل کردہ نمبر	رول نمبر	نام طالب علم مع ولدیت	حاصل کردہ نمبر
۷۹	مولانا محمد عزیز بن محمد خان	۲۵۲	۹۱	مولانا محمد حسین بن حبیب الرحمان	--
۸۰	〃 محمد حسن بن حاجی عبد المنان	۳۳۵	۹۲	〃 نور الہادی بن نور الحق	۲۸۲
۸۱	〃 محمد انور بن محمد رحمان	۲۷۲	۹۳	〃 نور الحق بن عبد الحق	۳۴۴
۸۲	〃 مبارک خان بن مولانا سید وزیر	۳۳۴	۹۴	〃 نصیب خان بن راستہ میر	۲۷۶
۸۳	〃 حاجی محمود بن مولانا فقیر محمد	۳۲۱	۹۵	〃 وزیر محمد بن خدائے نظر	۳۲۴
۸۴	〃 محمد قادر بن محمد فاضل	۲۳۱	۹۶	〃 ولی محمد بن سید حبیب	۲۶۱
۸۵	〃 محمد داؤد بن شیر دل	۲۸۱	۹۷	〃 یار محمد بن حاجی نظر محمد	۲۴۸
۸۶	〃 محمد فیضان الرحمان بن مولوی محمد عرفان	۲۵۹	۹۸	〃 محمد صدیق بن عبد الواقف	۲۱۱
۸۷	〃 محمد ظاہر شاہ بن فضل المنان	۲۹۰	۹۹	〃 حبیب الرحمان بن عبد الجلیل	۲۶۳
۸۸	〃 محمد مختار بن آغا محمد	۳۰۱	۱۰۰	〃 سیف الرحمان بن فتح خان	۲۵
۸۹	〃 مسعود جان بن بخت منیر	۲۶۱	۱۰۱	〃 اشرف علی بن حکیم خان	۵۷
۹۰	〃 محمد آصف بن محمد عارف	۳۵۹	۱۰۲	〃 عبد الحق بن محمد خان	۵۱

جناب ایڈیٹر صاحب کے سفرِ حج پر جانے کی وجہ سے نقشِ آغاز نہیں لکھا جا سکا۔

(ادارہ)

ضبط و ترتیب ادارہ الحق

از افادات حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ

مدارس عربیہ کے طلبہ

دوران تعلیم کیسی زندگی گذاریں ——— وقت کے تقاضے اور ذمہ داریاں

۲۴ شوال المکرم ۱۴۰۲ھ کو دارالحدیث میں نئے تعلیمی سال کے آغاز کے موقع پر حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ نے درس ترمذی شریف کے افتتاح کے بعد طلبہ سے حسب ذیل بصیرت افروز خطاب فرمایا جس کے مخاطب تمام دینی مدارس کے طلبہ اور اہل علم ہیں۔ (ادارہ)

(خطبہ مسنونہ اور افتتاح ترمذی شریف کے بعد)

یہ افتتاح مبارک ہو۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب طلبہ حدیث سیکھنے اور دین سمجھنے کے لئے تشریف لاویں تو انہیں مرحبا کہیں۔ تو بھائیو میں بھی آپ سب کی خدمت میں اصاغر و اکابر کی خدمت میں مرحبا پیش کرتا ہوں۔ طالب علم کی بڑی شان ہے اور علم کا بڑا مقام اور مرتبہ ہے۔ حدیث مبارک میں آتا ہے کہ ایک قوم کسی بیت میں جمع ہو جائے ما اجتمع قوم فی بیت من بیوت اللہ یتدارسون القرآن الا حفتهم الملائكة وغشيتهم الرحمة اللہ کے ذکر کے لئے جمع ہوتے ہیں تو عرش کرسی اور آسمانوں کے فرشتوں کے سامنے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے فرشتو! یہ میرے عباد ہیں۔ میرے اس گھر میں جمع ہوئے ہیں یہ آپ تو کہا کرتے تھے کہ اتجعل فيها من يفسد فيها ويسفك الدماء طلبہ تو دین سیکھنے کے لئے ملک کے مختلف اطراف سے آ کر یہاں جمع ہو گئے ہیں اور اس گرمی میں ان تکالیف میں یہ لوگ دین سیکھنے کے لئے اپنے آپ کو وقف کر رکھا ہے۔

میرے محترم بزرگو! دنیا کا ایک معمولی صدر اگر کسی کا ذکر اپنی مجلس میں کر دے تو وہ اس پر کتنا فخر کرتا ہے

کہ آج فلاں مجلس میں میرا ذکر بادشاہ نے کر دیا تو جب احکم الحاکمین ملک الملک، وہ سب فرشتوں کے سامنے ہم جیسے گنہگاروں (ہمیں بھی سب کو اللہ تعالیٰ ان میں شامل کر دے) کا ذکر فرماتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ اس طرح ایک بڑی عزت، بڑا مقام بہت بڑا ان جوان لوگوں کو دینا چاہتے ہیں جو درس قرآن و حدیث اور اللہ کی خاطر اپنے بلاد و اماکن کو چھوڑ چکے ہیں۔ تو یہ ایک بڑا مقام ہے۔

میرے بھائیو! میں بیماری کی وجہ سے اور گرمی کی وجہ سے کچھ زیادہ عرض نہیں کر سکتا۔ البتہ اتنا عرض کروں گا کہ علم اور اہل علم کی حقیقی قدر ہے تو یہ قدر اس وقت ہے کہ اس کے ساتھ عمل بھی ہو۔ فرائض اور واجبات تو ہوں گے ہی مستحبات اور سنن بھی صحیح ادا ہوں۔ اور میں آپ سے عرض کروں کہ مثلاً یہ دارالعلوم ہے اس کے مختلف شعبوں پر تقریباً ۱۱ لاکھ کے لگ بھگ روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ یہ خطیر رقم قوم اس مدرسہ کو دیتی ہے۔ کہ اس میں دین کی کچھ خدمت ہوتی ہے۔ یہ آپ کو بھی معلوم ہے کہ اگر ہم اور آپ اپنے گھروں میں جیسے جائیں تو ہمیں کوئی دو چار دن بھی کھانا نہیں کھلائے گا۔ ہمارا بھائی کیوں نہ ہو باپ کیوں نہ ہو کیا مفت کھانا دے دے گا؟ ہرگز نہیں بلکہ کہے گا کہ جاؤ اپنی محنت مزدوری کرو کیا تیار خود بیٹھے ہو۔ مگر آپ کو قوم نظر عزت سے دیکھتی ہے۔ تو اس وجہ سے نہیں کہ تم فقراء ہو اور ان کو کھانا بانٹنے کی اور جگہ نہیں مل رہی۔ بلکہ ان کے اپنے گھروں میں ضرورت مند ہوتے ہیں، بھوکے ہوتے ہیں، آس پاس بھوکے پیاسے موجود ہیں۔ مگر ان کا آپ پر حسن ظن ہے، نیک گمان ہے کہ یہ باعمل لوگ ہیں، دین سیکھنے والے ہیں، اگر انہیں یقین آ جائے کہ یہ لوگ بھی ہماری ہی طرح اہل دنیا ہیں، دنیا کے طلبگار ہیں، دنیا کے شوقین ہیں تو اسی وقت ہمیں جواب دے دیں کہ جائیے اپنا کام کیجئے۔

میں آپ سے کیا عرض کروں اسی ہفتہ کا واقعہ ہے جو گذر چکا کہ میں اپنی مسجد میں تھا ایک دو مہمان آئے اور طالب علم ہی انہیں لے کر آئے۔ تو ایک شخص نے کہا کہ میں کچھ رقم مدرسہ کے لئے لایا ہوں مگر اب لانے پر خفا ہوں۔ اور سمجھتا ہوں کہ مسجد میں نماز پڑھنے گیا تو امام نے پگڑی نہیں باندھی تھی۔ اور قدمین کے درمیان فاصلہ چار انگلیوں سے زیادہ تھا۔

تو دیکھئے، پگڑی باندھنا امامت کے دوران فرض نہیں، واجب نہیں، سنت موکدہ نہیں۔ لیکن افضلیت اور استحباب تو ہے نا۔ اسی طرح نماز میں قیام کے دوران ہمارے حنفیہ حضرات کا مسلک یہ ہے کہ قدمین میں تقریباً چار انگلیوں کے فاصلہ ہو۔ غیر مقلد حضرات کی رائے ہے کہ اس سے زیادہ مسافت ہو۔ تو اس سے غرض کی بات ہے کہ وہ شخص پیشانی پر بل لئے ہوئے آیا۔ اور مجھے بھی گھور گھور کر دیکھتا تھا اور کوستا تھا کہ یہ کیسے لوگ ہیں کہ مستحب بات کے تارک ہیں۔ تو میں نے اس سے اندازہ لگایا اور آپ بھی لگالیں کہ قوم کا ہمارے اوپر

کتنا اچھا گمان ہے۔ قوم جب یہاں آتی ہے اور دارالعلوم کے ساتھ کچھ بھلائی کرتی ہے تو اس وجہ سے کہ یہاں
تو سب قطب اور غوث بیٹھے ہوں گے۔ یہ سب فرائض و واجبات تو کیا مستحبات اور سنن کی اشاعت کرنے
والے ہوں گے۔ یہ ان کی توقع ہوتی ہے۔ آپ سے اس وجہ سے مدد کرتے ہیں گھر میں اپنے باپ کو اپنے بیٹے کو
نہیں دیتے بھائی کو نہیں پڑوسی کو نہیں دیتے وطن کے غرباء کو نہیں دیتے اور آپ کو دیتے ہیں یہاں پہنچاتے ہیں
تو ان کا کیا خیال ہے؟ اب اگر وہ دارالعلوم میں آجائیں اور یہاں حالت یہ ہو کہ سڑک کے کنارہ پر مسجد ہے تو
گاڑیاں اور بسیں تو رک کر یہاں نماز کے لئے جمع ہوں ادھر جماعت کھڑی ہو ادھر سبیل پر طلبہ نے قبضہ
جما رکھا ہو اور وضو کے لئے دیر سے پہنچنے والے مہمانوں کے لئے جگہ نہ ملے، تو یہ وضو کرنے والے طلبہ جماعت
پڑھنے تو آگئے مگر تاخیر سے آئے یا جلدی آئے ہیں؟ ظاہر ہے کہ پہلے آچکے ہوتے تو تکبیر اولیٰ کو پہنچے ہوتے
مسجد بھر چکی ہوتی۔ صف بھر گیا ہوتا تو آنے والے یہاں جو دارالعلوم پر خرچ کرتے ہیں اور اپنے خون پسینہ کو
خرچ کرتے ہیں۔

میرے پاس کچھ عرصہ قبل ایک فوجی سپاہی آیا اور مجھے ایک طرف کرکے دارالعلوم کے لئے کچھ دینے لگا شاید
سوا روپیہ تھا یا اس سے کچھ زیادہ ہوگا۔ دیتے پر شرمسار تھا اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے کہا۔

لوگوں کا حسن ظن | مولوی صاحب یہ رقم بہت حقیر سی ہے تم محسوس نہیں کروگے۔ مگر یہ ایک ایسے شخص نے
رقم بھیجی ہے کہ اس نے ایک وقت کھانا نہیں کھایا۔ اور اسے بچا کر آپ کے پاس بھیج دیا ہے۔ کہ طالب علموں پر
خرچ ہو۔ میں سمجھا کہ وہ شخص یہ صاحب خود ہی تھے۔ اور اس کو بھی راز میں رکھنا چاہتے تھے ــــ تو یہ لوگ
ہمارے اوپر اس لئے خرچ کرتے ہیں کہ طلبہ دین یہ غوث اور یہ قطب اور شبلی کا سا اور متقی ہوں گے۔ اور جیسا کہ
اللہ کا ارشاد ہے۔ کہ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء اللہ سے علماء ڈرتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ اس دور
میں اللہ سے ڈرنے والے یہی لوگ ہیں۔

جنید بغدادی تھے غالباً نزع کی حالت میں بھی تسبیح ہاتھ میں پکڑ رکھی تھی۔ شاگردوں نے اور مریدوں
نے کہا کہ حضرت اب تو تسبیح رکھ دیں۔ فرمایا کہ اس تسبیح کی برکت سے تو اس مقام تک پہنچے ہیں مطلب یہ تھا کہ
مستحب کی پیروی کرنے سے اللہ نے آج یہ مقام دے دیا۔ تو آج آپ یہ مشورہ دے رہے ہیں کہ یہ مستحب چھوڑ دیں

تو میں آپ سے یہ عرض کرتا ہوں کہ قوم ہم سے عبرت اور نصیحت لیتی ہے۔ اکیلا اکوڑہ نہیں آس پاس بلکہ
سارا پاکستان آپ کی مدد کرتا ہے۔ آپ کو غور سے دیکھتا ہے۔

اہل علما کی ضرورت اور مانگ | میرے بھائیو! یہ ایک ایسا وقت آیا ہے ایسا دور آیا ہے کہ علماء کا وجود
عنقا بنتا جارہا ہے۔ رمضان کی تعطیلات میں بے شمار خطوط آرہے تھے کہ برائے خدا ہمیں ایسا کوئی مدرس

عالم دے دیجئے۔ کہ جید عالم ہو۔ فنون پر عبور رہو، جتنی بھی تنخواہ چاہے ہم پیش کر دیں گے۔ مگر ایسے عالم کو ہمارے پاس بھیج دو۔ اور اگر اس کے ساتھ طلبہ بھی ہوں تو اور بھی اس کی قدر کریں گے۔ یہ حکومتیں اچھے ذی استعداد علماء کی تلاش میں ہیں۔ مختلف اسلامی ریاستوں سعودی عرب، کویت، بحرین اور افریقہ میں ایسے افراد کی ضرورت ہے اور ایسے لوگ بھی دارالعلوم کو اچھے جید علماء، حفاظ، قراء کے لئے رجوع کر رہے ہیں۔ رابطہ عالم اسلامی افریقی ملکوں کے لئے اچھے مستعد افراد کو اسلام کی اشاعت اور تعلیم کے لئے طلب کر رہی ہے۔ مگر ان کا یہ بھی مطالبہ ہوتا ہے کہ یہ علماء عربی بول چال، عربی تحریر و تقریر کا بھی استعداد رکھیں مگر ہمارے ہاں افراد کی کتنی کمی ہے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ ان شاء اللہ صرف پاکستان میں نہیں سارے عالم اسلام میں اور بین الاقوامی طور پر آپ فضلاء اور اچھے علماء کی مانگ بہت بڑھ جائے گی تو اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ دارالعلوم ہی آپ کا یہ سارا وقت علم میں، عمل میں، عبادت میں خرچ ہو اور جب آپ کسی راستہ سے گذریں تو لوگ دیکھ کر کہیں کہ سبحان اللہ یہ فرشتے ہیں یا انسان ہیں اور وہ دیکھ کر تعجب کریں کہ یا اللہ ایسے پرفتن دور میں ایسے پاک اخلاق والے ایسے نورانی چہروں والے ایسے باعمل ایسے نماز کی پابندی کرنے والے ایسے ایک دوسرے پر نثار ہونے والے بھی موجود ہیں۔ تو آپ سے یہ عرض کرنا تھا کہ ایک وقت آنے والا ہے جو بہت دور نہیں قریب ہے کہ تمہارے پیچھے پیچھے لوگ بھاگتے پھریں گے۔ منت سماجت کریں گے۔ کہ ہمارے ساتھ جا کر درس تدریس کرو۔ پانچ پانچ چھ چھ ہزار تنخواہوں کی پیشکش کریں گے کہ ہمارے ہاں دین پڑھاؤ۔ تو اللہ تعالیٰ دنیوی پوزیشن بھی دے گا۔ تمہاری حیثیت بہت اونچی ہو گی۔ مگر یہ شرط کہ تمہارا وقت ضائع نہ گذرے علم کے ساتھ عمل ہو سارا وقت اسی میں صرف ہو جائے۔

خواص امت کے لیے مستحب پر بھی عمل لازمی ہے

یہ لوگ نہیں مانتے کہ تم کہہ دو کہ بابا یہ تو مستحب ہے وہ کہے گا کہ ٹھیک ہے یہ مستحب ہے مگر یہ مستحب ہے تو خواص کو تو مستحب بھی ترک نہیں کرنا چاہئے۔ وہ تو مستحب کی بھی پابندی کریں جیسے حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا انہیں کہ ان مستحبات نے تو یہ درجہ دیا۔ اب مرتے وقت مستحبات کو کیوں چھوڑوں تسبیح کو کیوں ہاتھ سے رکھ دوں۔ تو واجب تو نہیں تھا مگر مستحب کی پیروی ترک نہیں کرنی چاہی۔

غیر تعلیمی جماعتی اور سیاسی سرگرمیاں نہایت ہلاکت ہیں

بہر تقدیر میرے بھائیو! اب اندرونی حالات جو مدرسہ کے ہیں ان شاء اللہ مدرسہ سے آپ کی جو بھی خدمت ہو سکے اپنی طاقت کے مطابق کرتی رہے گی۔ اور اس میں انشاء اللہ کمی نہیں کریں گے۔ مگر تم بھی برائے خدا کوئی ایسی حرکت نہیں کرو گے

جو مدرسہ والوں کے لئے باعث پریشانی ہو۔ مدرسہ والوں کو اس سے پریشانی ہو۔ مثلاً مدرسہ میں کئی کئی پارٹیاں طلبہ کی بن گئیں، کمرہ میں رہنے والے ایک دوسرے کے پیچھے پڑ گئے۔ یہ ضادی ہے یہ فلاں ہے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی دوسرے کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ ایک کی جگہ دو دو جماعتیں ہونے لگیں تو نماز کی جماعت جب ایک نہ رکھ سکے تو وہ آگے قوم میں اتفاق و اتحاد کیسے برپا کر سکتا ہے۔ یہ جھگڑے فساد کرنے لگ جائیں تفرقہ بازی، جتھہ بازی۔ دھڑے بازی میں لگ جائیں تو آگے قوم کی اصلاح کیسے کر سکیں گے۔ ایسے لوگ مدرسہ کے لئے اور مجھ ناچیز بیمار اور بوڑھے کے لئے انتہائی ضعف، کمزوری اور تکلیف کے باعث ہوں گے۔ تو میں آپ کی خدمت میں اس وقت تو یہ اپیل کرتا ہوں کہ جتھے نہیں بناؤ گے تفرقے میں نہیں پڑو گے آپس میں پارٹی بازی نہیں کرو گے۔ بس تعلیم اور درس و تدریس میں لگے رہیں۔ بڑے علماء راسخین اور مخلص اساتذہ اللہ پاک نے ہمیں دئے ہیں اور جتنے بھی دارالعلوم کے ملازم ہیں سب خادم ہیں ان شاء اللہ ہم سب خدمت کریں گے۔ مگر تم لوگ بھی اللہ کی خاطر ہماری حالت پر رحم کرو گے۔ کہ یہ جماعتیں یہ انجمنیں یہ سیاست بازی یہاں نہیں کرو گے۔ اس کے لئے ہم ہرگز ہرگز تیار نہیں ہیں۔ یہ وفاق المدارس کی بھی ایک طے شدہ پالیسی ہے یہاں بھی وفاق کے مجلس شوریٰ کا سب سے بڑا اجلاس ہوا تھا اور اس میں طے ہوا ہے کہ کسی قسم کی کوئی پارٹی یا تنظیم اور جماعت نہیں ہوگی کسی مدرسہ میں۔ اور اسی رمضان میں بھی مدارس سے اساتذہ کے بارہ میں جتنے بھی خطوط آئے اساتذہ اور طلبہ کو مانگنے کے لئے۔ تو ہر ایک میں یہ بھی لکھا ہوتا کہ اس شرط پہ ہمیں اساتذہ چاہئیں۔ کہ جماعتوں اور سیاسی تنظیموں والی بیماری ان میں نہ ہو۔ جتھہ بندی اور پارٹی بازی نہ کرے۔ ورنہ ہم ایسے لوگوں کو رکھنے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔

تو میں آپ سے یہ عرض کروں کہ آپ سب یہاں علم کے لئے آئے ہیں۔ ماں باپ نے تمہیں علم کے حصول کے لئے یہاں بھیجا ہے۔ آپ سب کا اپنا مدرسہ ہے۔ حتی الامکان ہم خدمت کی کوشش کرتے رہیں گے ان شاء اللہ۔ مگر یہ لازمی ہے کہ آپ سب آپس میں متفق رہیں آپس میں جھگڑے نہ ہوں باہمی اختلافات نہ ہوں۔ ایک دوسرے سے قربان ہوتے ہوں ایک دوسرے کے غیبت اور برائی نہ ہوں اور اپنے اساتذہ کا ادب کرو گے۔

ادب اور یہ یاد رکھیں کہ علم ادب ہی سے آتا ہے۔ استاد کا ادب کرو گے اور خدمت بھی تو علم اللہ تعالیٰ دے دے گا۔ اگر استاد کا ادب اور خدمت نہ ہو تو علم بھی نہ ہو گا۔ پھر دیکھئے یہاں خدمت بھی استاد کی کونسی بڑی کرنی ہے کوئی بھینس نہیں گائے نہیں کہ چرانی ہے نہ کوئی گھاس استاد کے لئے کاٹ کر لاتا ہے کپڑے دھونے نہیں سوائے اس کے کہ استاذ کا احترام ملحوظ رکھو۔ ہم دیوبند میں ہوتے تھے تو جب راستہ پر

سامنے سے استاد آجاتا تو ہم راستہ چھوڑ کر ایک طرف ہو جاتے کہ کہیں ان کے احترام اور عظمت کے خلاف نہ ہو جائے۔ ان کی عظمت ادب اور احترام کی وجہ سے راستہ چھوڑ دیتے تو یہ باتیں آپ کو ملحوظ رکھنی چاہئیں۔

منکرات سے اعراض | مستحبات پر عمل، منکرات سے بچنا، بعض لوگ کمروں میں سگریٹ پھونکتے ہیں یہ بہت غلط بات ہوگی۔ داڑھی ایک مشت سے کم تراشنا بھی فسق ہے۔ داڑھی مونڈنا بھی فسق ہے۔ اور مشت بھر سے کم تراشنا بھی فسق ہے۔

سنت | دیکھئے یہ سنت کا لیبل جب ہم اپنے اوپر لگاتے ہیں تو خود تو سنت پر عامل ہو جائیں، خود سنت پر عامل نہ ہوں گے اور باہر جاکر پرویز اور منکرین حدیث سے کہیں گے کہ سنت حجت ہے۔ اطیعو اللہ واطیعو الرسول کہیں گے تو وہ کہے گا مولوی صاحب پہلے اپنے چہرے کو دیکھ لو۔ کیا تمہارا یہ چہرہ اور داڑھی سنت پر پوری اترتی ہے کیا یہ اطیعو الرسول ہے تمہارے چہرے کا سائن بورڈ تو سنت کے خلاف ہے تو ہم دوسروں کو کس طرح سنت پر کاربند رہنے کی بات کر سکیں گے۔ جب خود عمل نہیں ہو گا۔ ان باتوں میں آپ کا نقصان نہیں بلکہ آپ ہی کا فائدہ ہو گا۔ اور ان شاء اللہ علم میں بہت خیر و برکت ہو گی۔ ٹھیک ہے نا؟ ان شاء اللہ آپ سب کو اللہ تعالیٰ ان قواعد شرعیہ پر کاربند رہنے کی توفیق دے گا اور اللہ تعالیٰ دنیا اور عقبیٰ دونوں بہتر کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ سب کو علم باعمل نصیب کر دے۔ ہمیں بھی اللہ تعالیٰ آپ کی خدمت کے لئے صحت عطا فرمائے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

پروفیسر طفیل ہاشمی
علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی۔ اسلام آباد

مذہب اور سائنس

ولادت مسیح سے چار سو سال قبل یونان علم و حکمت میں اتنی تیزی سے ترقی کر رہا تھا۔ کہ مذہب کی قبا اس کی قامت پر تنگ ہوتی چلی گئی۔ وہاں کے حکماء نے جب کائنات پر غور کیا تو قوانین فطرت کے مقابلے میں اولیمپس کے دیوتا انہیں حقیر نظر آنے لگے۔ قدیم روایات جو قرن ہا قرن سے سینہ بہ سینہ چلی آرہی تھیں تحقیق و تفحص کے بعد فرضی ڈھکوسلے ثابت ہوئیں۔ یونان میں افلاطون اور ارسطو ایسی نابغۂ روزگار شخصیتیں پیدا ہوئیں۔ پھر جب ۳۳۳ ق م میں اسکندر اعظم نے اسکندریہ کی بنیاد رکھی تو ایتھنز کا علم اسکندریہ منتقل ہو گیا۔ یہاں علم پرور حکمرانوں کی توجہات کے باعث ایک ضخیم لائبریری، عظیم عجائب خانہ اور دارالعلوم قائم ہو گئے۔ (۱)

یونانیوں کی قدیم سلطنت کے زوال کے بعد اہل روما اور اہل کارتھیج میں جنگ چھڑ گئی۔ اس طویل آویزش کا خاتمہ رومیوں کی فتح پر ہوا۔ روما کے جنگی تسلط کی وجہ سے عالمگیر امن قائم ہو گیا اور سلطنت کے طول و عرض میں مسیحیت کے لئے راہ ہموار ہو گئی۔ یہ تحریک ارض شام سے شروع ہوئی اور تمام ایشیائے کوچک میں پھیلتی ہوئی قبرص، یونان اور اٹلی جا پہنچی وہاں سے مغرب کی طرف بڑھتی ہوئی فرانس اور برطانیہ پر مسلط ہو گئی۔ مسیحیت کو جب فروغ ہوا تو اس نے سیاسی غلبہ و اقتدار پر اکتفا نہ کیا اور آزادانہ غور و فکر پر پابندی عائد کر کے انسانی فکر کو پا بہ زنجیر کرنے کی سعی نامسعود کی۔ ڈریپر کے بیان کے مطابق "مسیحیت کی تاریخ میں سب سے نامبارک وہ دن تھا۔ جب اس نے اپنے آپ کو سائنس سے علیحدہ کر لیا۔ اس نے آریجن کو جو اس زمانہ (۲۳۱ء) میں کلیسا کی طرف سے سائنس کا بہت بڑا وکیل اور سرپرست تھا مجبور کیا کہ وہ اسکندریہ چھوڑ کر قیصریہ چلا جائے۔" (۲)

مذہب و سائنس میں باقاعدہ معرکہ کا آغاز اس وقت (۴۱۴ء) ہوا جب کہ ایک جاہل اور متعصب پادری سینٹ سائرل اسکندریہ کا بشپ تھا۔ اس کے ایما سے ہائی پیشیا کو جو لیکچر دینے جا رہی تھی۔ پادریوں نے گھیر لیا۔ اور بیچ بازار اس کے کپڑے نوچ ڈالے۔ اسے بالکل برہنہ کر دیا۔ اور کھینچتے گھسیٹتے ہوئے ایک گرجا میں لے گئے۔ جہاں عصاء پطرس کی

متواتر ضربوں سے اس کا سر توڑا گیا۔ اس کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے۔ گوشت و پوست کو سیپیوں سے چھیلا گیا۔ اور ہڈیاں آگ میں جھونک دی گئیں۔ مدارس بند کر دئے گئے۔ اور تا جداران سلسلہ بطلیموسہ کا جمع کیا ہوا کتب خانہ جس میں سات لاکھ کتابیں تھیں نذر آتش کر دیا گیا ـــــ اور اس خوفناک جرم پر سائرس سے کوئی بازپرس نہ ہوتی (۳)

یورپ صدیوں تک جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مارتا رہا حتیٰ کہ لوتھر (۱۴۸۳-۱۵۴۶ء) جو اصلاح کلیسا کا بانی مبانی تھا۔ ارسطو اور اس کی تصانیف پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔

"ارسطو کی تصانیف کا مطالعہ بے سود محض ہے۔ بلاشبہ یہ ملعون ابدی اور شقی ازلی یعنی ارسطو بڑا ختاس ہے۔ افترا پردازی میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔ خبیثانہ ہرزہ سرائی کے فن کا موجد ہے۔ سرگروہ شیاطین ہے۔ فلسفہ کا ایک حرف نہیں جانتا۔ جھوٹا۔ فریبی۔ دغاباز۔ بھڈا۔ بکرا لفس بیہودہ اور عیاش ہے۔ فلاسفہ مشائیہ ٹڈیاں ہیں۔ رینگنے والے کیڑے ہیں۔ مینڈک اور جوئیں ہیں" (۴)

پاپائے روم کی حکومت نے آزادانہ غور و فکر کرنے والے افراد کو سزا دینے کے لئے ۱۴۷۸ء میں محکمہ احتساب قائم کیا جس نے سائنس، فلسفہ اور تاریخ کی کتب پر قدغن لگا دی۔ کوپرنیکس نے ۱۵۰۷ء میں "ادوار اجرام فلکی" کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی جس میں بطلیموس اور فیثاغورس کے نظامہائے شمسی پر بحث کرنے کے بعد آخر الذکر کی تائید کی۔ لیکن پوپ کے ڈر سے سینتیس برس تک کتاب کو چھپائے رکھا۔ آخر ایک دوست شومبرگ کے اصرار پر ۱۵۴۳ء میں اسے شائع کیا۔ جب پہلا نسخہ چھپ کر آیا تو کوپرنیکس بستر مرگ پر دم توڑ رہا تھا۔ اس لئے محکمہ احتساب کی اذیت سے بچ گیا۔ لیکن پوپ نے اس کتاب کو کفر و الحاد قرار دیا۔ کیونکہ اس میں گردش زمین کا نظریہ پیش کیا گیا تھا۔ اور بقول پوپ" یہ وہ باطل فیثاغورسی مذہب ہے جو کتب مقدسہ کی ضد ہے۔"

محکمہ احتساب نے اپنے قیام کے پہلے سال علم دوستی کے جرم میں دو ہزار اشخاص کو زندہ جلایا۔ سترہ ہزار کو قید و جرمانہ کی سزا دی۔ دس برس میں اس نے سترہ ہزار افراد کو آگ میں پھینکا۔ اور ستانوے ہزار تین سو اکیس کو قید و بند کی سزا دی۔ اور مختلف علوم کی چھ ہزار کتابیں جلا دیں۔

۱۵۵۹ء میں پاپائے روم چہارم نے ایک محکمہ قائم کیا جس کا فرض یہ تھا کہ مطلوب الاشاعت کتب اور مسودات کی جانچ پڑتال کر کے یہ فیصلہ کرے کہ آیا عامۂ خلائق کو ان کے مطالعہ کی اجازت دی جا سکتی ہے یا نہیں؟ صرف ان کتابوں کی اشاعت کی اجازت دی جاتے جن کے مندرجات عقائد کلیسا کے مطابق ہوں۔ اور ممنوعہ کتب کی فہرست مرتب کی جائے۔ چنانچہ فہرست کتب محرمہ میں شروع شروع میں ان کتابوں کا نام درج تھا۔ جن کا مطالعہ ناجائز قرار دیا گیا تھا۔ لیکن جب اس سے کام نہ نکلا تو یہ قید لگا دی گئی کہ اس ہر کتاب کا مطالعہ ممنوع ہے جس کے پڑھنے کی

صریح اجازت نہ دی گئی ہو۔

گیلیلو نے نظام کوپرنیکس کی تائید میں اپنی کتاب "نظام عالم" شائع کی۔ تو اسے پابند سلاسل کر دیا گیا جہاں دس سال تک انتہائی دکھ اٹھانے کے بعد ۱۶۴۲ء میں فوت ہو گیا۔ لیکن پادریوں کی آتش انتقام پھر بھی سرد نہ ہوئی۔ اور کلیسا نے اس کی لاش مسیحی قبرستان میں دفن نہیں ہونے دی۔

اٹلی کے مشہور فلسفی برونو کو ۱۶۰۰ء میں اس جرم کی پاداش میں زندہ جلا دیا گیا کہ وہ تعدد عوالم کا قائل تھا۔

جرمنی کے سائنسدان کیپلر نے ۱۶۱۸ء میں اپنی کتاب خلاصۂ نظام کوپرنیکس شائع کی۔ تو کلیسا نے اسے کافر قرار دیا اور اس کی کتاب ضبط کر لی۔

الغرض ایک اندازے کے مطابق ۱۴۷۸ء سے ۱۸۰۸ء تک احتسابی عدالتوں نے تین لاکھ چالیس ہزار آدمیوں کو علم دوستی کے جرم میں مختلف سزائیں دیں۔ ان میں بتیس ہزار وہ تھے جنہیں دہکتی ہوئی آگ کی نذر کر دیا گیا۔ اور ساٹھ لاکھ سے زیادہ کتابیں جلا دی گئیں۔ (۵)

مذہب و سائنس عیسائیت کے آغاز سے ہی باہم برسرپیکار ہو گئے۔ اس دشمنی کے کرشمے ہمیں ہر صدی میں نظر آتے ہیں۔ رفتہ رفتہ مسیحیت اور سائنس کا اختلاف اتنا شدید ہو گیا کہ اس کے بغیر چارہ کار نہ تھا کہ حریفوں میں سے ایک کو ہار ماننی پڑے۔ چنانچہ مسیحیت نے سائنسدانوں کے بے پناہ عزم و ثبات کے مقابلے میں ہار مان لی۔ اس پوری روداد کو ڈریپر نے اپنی کتاب "معرکہ مذہب و سائنس" میں تفصیل سے بیان کیا۔ مولانا ظفر علی خان اس کتاب کے مقدمہ میں رقمطراز ہیں۔

"حقیقت یہ ہے کہ سائنس کے مقابلہ میں نصرانیت پر جو فرد جرم ڈریپر نے لگائی ہے وہ ایسی نہیں کہ نصرانیت کا بڑے سے بڑا وکیل اس کے چھوٹے سے چھوٹے نقطہ کا تخطیہ کر سکے۔ اور اگر چشم انصاف کھلی رکھ کر ان واقعات پر نظر ڈالی جائے جو سائنس اور نصرانیت کی ہزار سالہ جنگ کے محرک ہو کر اس شکست فاش پر منتہی ہوئے۔ جو نصرانیت کی روحانی اور اخلاقی قوتوں کا شیرازہ بکھیر کر اسے محض سیاسی اغراض کی تکمیل کا عادی بنا دیا تو لامحالہ اعتراف کرنا پڑے گا۔ کہ جو فتح سائنس کو نصرانیت کے مقابلہ میں حاصل ہوئی اس کی وجہ یہ تھی کہ حق اور قوت دونوں اس کی جانب تھے۔" (۶)

البتہ اس تمام بحث میں ڈریپر نے ایک سنگین غلطی کا ارتکاب کیا ہے اور وہ یہ کہ اس نے اسلام کو نصرانیت کی ایک شاخ قرار دیا ہے مستقل دین کی حیثیت نہیں دی۔ اگرچہ اس نے اسلام کی عدیم النظیر فتوحات، قابل رشک تمدن اور گراں قدر سائنسی اکتشافات کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے۔ تاہم اگر وہ اسلام کو مذہبی ترقی کی معراج و منتہا قرار دے کر اس کے مناظر میں سائنس کی اس حیرت انگیز ترقی کا مطالعہ کرتا جو اسلام کی سرپرستی میں ہوئی تو اس کی کتاب کا

عنوان معرکۂ مذہب و سائنس کے معرکۂ مسیحیت و سائنس ہونا۔

اسلام کی واضح تعلیمات اور مسلمانوں کی پوری تاریخ اس امر پر شاہد عدل ہے کہ اسلام میں علم و عرفاں کی رقابت کا کوئی تصور نہیں۔ بلکہ بقول اقبال ؎

رقابت علم و عرفاں میں غلط بینی ہے منبر کی کہ وہ حلاج کی سولی کو سمجھا ہے رقیب اپنا

اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کے لئے ہم علم کے بارے میں بالعموم اور سائنس کے بارے میں بالخصوص اسلام کے احکامات پیش کریں گے جس سے یہ امر واضح ہوجائے گا کہ اسلام اور سائنس ایک دوسرے کے حریف نہیں بلکہ حلیف ہیں۔

اسلام میں علم کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن حکیم کے بیان کے مطابق انسان کو روئے زمین پر خلافت کا بلند ترین منصب علمی برتری کی بنا پر دیا گیا۔ ارشاد ربانی ہے :۔

واذ قال ربك للملئكة اني جاعل في الارض خليفه ۔ قالوا اتجعل فيها من يفسد فيها و يسفك الدماء و نحن نسبح بحمدك و نقدس لك ۔ قال إني اعلم ما لا تعلمون وعلم آدم الاسماء كلها ثم عرضهم على الملئكة فقال انبئوني باسماء هولاء ان كنتم صدقين ۔ قالوا سبحنك لا علم لنا الا ما علمتنا انك انت العليم الحكيم قال يآدم انبئهم باسمائهم فلما انباهم باسمائهم قال الم اقل لكم اني اعلم غيب السموات والارض واعلم ما تبدون وما كنتم تكتمون ۔ ۷۔

جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک نائب بنانے والا ہوں۔ فرشتوں نے کہا کیا تو اسے نائب بناتا ہے جو زمین میں فساد انگیزی اور خون ریزی کرے گا حالاں کہ ہم تیری مدح و ستائش کرتے ہیں۔ فرمایا مجھے ان باتوں کا علم ہے جو تم نہیں جانتے۔ اللہ نے آدم کو سب چیزوں کے نام سکھا دئیے۔ پھر انہیں فرشتوں کے سامنے کرکے فرمایا اگر تم سچے ہو تو صرف ان چیزوں کا نام بتاؤ۔ انہوں نے کہا تو پاک ہے ہم کو تو صرف انہی باتوں کا علم ہے جو تو نے ہمیں سکھائیں بے شک تو ہی جاننے والا حکمت والا ہے فرمایا اے آدم! فرشتوں کو ان چیزوں کے نام بتاؤ پس جب آدم نے ان کے نام بتا دئے تو فرمایا کہ میں آسمان اور زمین کی پوشیدہ چیزیں جانتا ہوں اور ان امور سے آگاہ ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو۔

قرآن حکیم نے نبوت کے چہار گانہ فرائض میں دو اہم فریضے تعلیم اور کتاب اور تعلیم حکمت بتائے ہیں۔

لقد من الله على المومنين اذ بعث فيهم رسولاً من انفسهم يتلو عليهم آيته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة (۸)

تحقیق اللہ نے اہل ایمان پر احسان کیا جب کہ ان میں انہی میں کا ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیات تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی تو اس میں علم کی اہمیت اور نوشت و خواند کا موجب شرف و کرامت ہونا وضاحت سے بیان کیا گیا۔ ارشاد فرمایا۔

اقرا باسم ربك الذی خلق ہ خلق الانسان من علق ہ اقرا و ربك الاکرم الذی علم بالقلم۔ علم الانسان ما لم یعلم (۹)	اپنے رب کے نام سے پڑھ جو خالق ہے جس نے آدمی کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم سے انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو وہ نہیں جانتا۔

علماء کے مقام رفیع کو ان الفاظ میں بیان فرمایا۔

انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء ۱۰۔	اللہ سے اس کے بندوں میں سے اہل علم ہی ڈرتے ہیں

اور

یرفع اللہ الذین امنوا والذین اوتوا العلم درجٰت (۱۱)	اللہ اہل ایمان اور ارباب علم کے درجات بلند کرے گا

نیز

یوتی الحکمۃ من یشاء و من یوت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراہ (۱۲)	جسے چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے اور جسے حکمت عطا کی گئی اسے خیر کثیر سے نوازا گیا۔
ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون (۱۳)	کیا اہل علم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں۔
وما یستوی الاعمی والبصیر (۱۴)	نابینا (جاہل) اور بینا (عالم) برابر نہیں ہیں۔

آفتاب رسالت ؐ نے اپنی حیات طیبہ میں تعلیم و تعلم کو انتہائی اہمیت دی۔ مدینہ منورہ پہنچتے ہی مسجد نبوی ؐ کے "صفہ" کا مدرسہ جاری فرمایا (۱۵) غزوۂ بدر کے موقعہ پر جو کفار و مشرکین قید ہوتے ان میں سے پڑھے لکھے قیدیوں کی رہائی کے لئے یہ فدیہ مقرر کیا کہ مسلمانوں کے دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں ۱۶۔ غیر مسلموں کو تبلیغی خطوط لکھنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت زید بن ثابت نے عبرانی اور سریانی سیکھیں (۱۷)
علم کی اہمیت، فضیلت اور حصول کی ترغیب کے ضمن میں آپ کے بے شمار ارشادات ہیں۔ مثلاً

من یرد اللہ بہ خیراً یفقھہ فی الدین و انما العلم بالتعلم (۱۸)	اللہ جس سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے اور علم سیکھنے سے آتا ہے
لاحسد الا فی اثنین : رجل اتاہ اللہ	بس دو ہی آدمی قابل رشک ہیں۔ ایک وہ جسے اللہ

مالا فسلطه علی هلکته ورجل اتاه الله الحکمة فهو یقضی بها ویعلمها (۱۹)

مال دیا اور وہ اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے دوسرے وہ جسے اللہ نے حکمت سے نوازا۔ وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا ہے اور اس کی تعلیم دیتا ہے۔

طلب العلم فریضة علی کل مسلم (۲۰)

طلب علم ہر مسلمان پر فرض ہے۔

کلمة الحکمة ضالة المومن حیث وجدها فهو احق بها (۲۱)

حکمت کی بات مومن کی متاع گم گشتہ ہے جہاں سے بھی ملے وہی اس کا حقدار ہے۔

من خرج فی طلب العلم فهو فی سبیل الله حتی یرجع (۲۲)

جو شخص طلب علم کے لئے سفر کرے وہ اللہ کی راہ میں ہے تاآنکہ لوٹ آئے۔

ان کے علاوہ قرآن حکیم کی بے شمار آیات اور آفتاب رسالت کی بے شمار روایات میں علم کی اہمیت و فضیلت بیان کی گئی ہے۔ ان آیات و روایات کا استقصار ہمارا مقصد نہیں ہے۔ ہم نے صرف اسلام کا نقطۂ نظر پیش کرنے کے لئے چند آیات و روایات نقل کی ہیں۔

قرآن حکیم اور سائنسی طریق کار | سائنس کی بنیاد دو چیزوں پر ہے۔ ۱۔ مشاہدہ (تجربہ دراصل مشاہدہ کی ہی ایک صورت ہے) ۲۔ غور و فکر۔ قرآن حکیم نے تقریباً ایک تہائی حصہ میں قدرت کے گوناگوں مظاہر کی طرف توجہ دلا کر کائنات کے مشاہدہ، مطالعہ اور غور و فکر کی دعوت دی ہے۔ اس سلسلہ کی چند آیات درج ذیل ہیں۔

ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنهار والفلك التی تجری فی البحر بما ینفع الناس وما انزل الله من السماء من ماء فاحیا به الارض بعد موتها وبث فیها من کل دابة وتصریف الریح والسحاب المسخر بین السماء والارض لآیت لقوم یعقلون (۲۳)

بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق، شب و روز کے اختلاف اور ان کشتیوں میں جو لوگوں کے لئے نفع آور چیزیں لے کر سمندر میں چلتی ہیں اور اس پانی میں جو اللہ نے آسمان سے اتارا اور اس کے ذریعہ زمین کو پس از مرگ زندہ کیا اور زمین میں جانور پھیلائے اور ابر و باد کی گردش میں جو زمین و آسمان کے درمیان مسخر ہیں اس قوم کے لئے نشانیاں ہیں جو عقل رکھتی ہے۔

إن فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنهار لآیت لاولی الالباب (۲۴)

بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور شب و روز کی رفت و گذشت میں ارباب عقول کے لئے نشانیاں ہیں۔

وکاین من آیة فی السموات والارض

آسمانوں اور زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں جن پر ان

یمرون علیہا وھم عنہا معرضون (۲۵) کا گذر ہوتا ہے لیکن ان پر توجہ نہیں دیتے۔

اولم ینظروا فی ملکوت السموات والارض وما خلق اللہ من شیئ (۲۶)

کیا انہوں نے آسمانوں اور زمین کی سلطنت پر اور اس میں خدا کی مخلوقات پر غور نہیں کیا۔

الغرض قرآن حکیم انسان کو مشاہدہ اور غور و فکر کی دعوت دیتا ہے کہ وہ اپنے سامنے پھیلی ہوئی وسیع و عریض کائنات اور اس میں موجود تمام مظاہر اور ان میں پوشیدہ سلسلۂ اسباب و علل اور اسرار و رموز پر غور و فکر کرے کیونکہ یہ ایک علیم و حکیم خالق کی عظیم تخلیق ہے۔ جس کا کوئی ذرہ بے مقصد نہیں ہے۔

کذالک یبین اللہ لکم الآیت لعلکم تتفکرون (۲۷)

اللہ تعالیٰ اس طرح تمہارے لئے آیات بیان کرتا ہے تا کہ تم غور و فکر کرو۔

قرآن حکیم اور تسخیر کائنات سائنس مادی دنیا کی تسخیر کے منظم طریقے کا نام ہے۔ قرآن حکیم نے انسان کی توجہ تسخیر کائنات کی طرف مبذول کراتے ہوئے انسان کے ذوق علم و جستجو کو مہمیز لگائی ہے۔

ارشادات خداوندی ہیں:۔

خلق لکم ما فی الارض جمیعًا (۲۸)

اللہ نے تمہارے ہی لئے پیدا کیا ہے وہ سب کچھ جو زمین میں ہے

الم تروا ان اللہ سخر لکم ما فی السموات وما فی الارض واسبغ علیکم نعمہٗ ظاھرۃً وباطنۃً (۲۹)

کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے وہ سب کچھ جو آسمانوں اور زمین میں ہے تمہارے لئے مسخر کر دیا۔ اور تم پر اپنی ظاہری و باطنی نعمتیں پوری کر دیں۔

وسخر لکم الیل والنہار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ ان فی ذلک لایت لقوم یعقلون۔ وما ذرأ لکم فی الارض مختلفا الوانہ ان فی ذلک لآیۃ لقوم یذکرون وھو الذی سخر البحر لتاکلوا منہ لحمًا طریًا وتستخرجوا منہ حلیۃ تلبسونہا وتری الفلک مواخر فیہ ولتبتغوا من فضلہ ولعلکم تشکرون (۳۰)

شب و روز شمس و قمر اور ستارے اللہ نے اپنے حکم سے تمہارے لئے مسخر کر دئے۔ بے شک ان میں عقل مند لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں اور زمین میں جو کچھ تمہارے لئے اگتا ہے رنگا رنگ اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے لئے جو نصیحت حاصل کرنا چاہیں۔

وہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے سمندر کو مسخر کر دیا تاکہ اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے زیور نکالو جس کو تم پہنتے ہو اور تو کشتیوں کو دیکھتا ہے اس میں پانی کو چیرتی ہوئی چلتی ہیں۔ تاکہ تم خدا کا رزق تلاش کرو اور شکر بجا لاؤ۔

وسخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعاً (۳۱) جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب تمہارے لئے مسخر کر دیا گیا ہے۔

قرآن حکیم اور سائنسی علوم قرآن حکیم بنیادی طور پر ہدایت کی کتاب ہے۔ جو کم گشتہ انسانیت کی رہنمائی کے لئے مادی امور سے بحث کرنا قرآن کا اصلی اور حقیقی مقصد نزول نہیں ہے تاہم ضمناً قرآن حکیم میں کم و بیش ہر شعبہ علم کا ذکر آیا۔ جمعہ لکھتے ہیں:۔

" وہ کتاب جو افصح العرب پر نازل ہوئی محض ایک مذہبی کتاب نہیں بلکہ تقریباً تین سو علوم کا منبع ہے مثلاً شرع، لغت، تاریخ، ادبیات، طبیعات، فلکیات اور فلسفہ وغیرہ ان میں سے اکثر علوم کا راست ماخذ خود قرآن ہے۔" (۳۲)

اسی بات کو ایک عربی شاعر نے یوں کہا ہے:۔

جمیع العلم فی القرآن لکن تقاصر عنہ افہام الرجال

"تمام علوم قرآن میں موجود ہیں لیکن انسانی عقل و فہم ان کے ادراک سے قاصر ہے۔"

قرآن حکیم نے جن سائنسی علوم کی طرف اشارات کئے ہیں ان کا ہم بالاختصار جائزہ لیتے ہیں۔

طب یہ امر واضح ہے کہ قرآن حکیم طب کی کتاب نہیں۔ لیکن اس نے انسان کی تخلیق اور مراحل تخلیق پر انتہائی جامع طبی نقطۂ نظر سے بہت اہم بحث کی ہے اور مختلف مراحل میں جنین کی حالت کی مدت انتہائی صحت و قت سے متعین نیز رحم مادر میں جنین کی جنس کے علم کو ذات خداوندی سے مختص کر دیا -۳۴- اور میڈیکل سائنس اپنے انتہائی ترقی یافتہ بھی جنین کی جنس کے تعین کے بارے میں قطعی پیش گوئی سے عاجز ہے۔ نیز شہد کی مکھی اور اس کی جبلی خصوصیات شہد کی شفا بخشی کو ان الفاظ سے بیان فرمایا۔

یخرج من بطونہا شراب مختلف الوانہ فیہ شفاء للناس (۳۵) اس کے پیٹ سے مختلف رنگوں کا مشروب نکلتا ہے لوگوں کے لئے شفا ہے۔

علم فلکیات و ریاضیات انسان نے جب سے کائنات پر غور و فکر شروع کیا۔ تو اس نے زمین، آسمان اور کائنات میں ہوتے سیاروں کے بارے میں مختلف نقطہ ہائے نظر اختیار کئے۔ فیثا غورث زمین کو متحرک اور بطلیموس ساکن مانتا بعد کے سائنسدانوں زمین کو متحرک اور سورج کو ساکن قرار دیا۔ اور سائنس طویل مدت تک بھٹکنے کے بعد اس منزل تک جس کی قرآن نے پہلے سے نشان دہی کر دی تھی۔ قرآن نے نہ صرف سورج اور چاند کو گردش کناں بتایا بلکہ پورے نظا کے باہمی مرتبط اور چند قواعد و اصول کے تحت منظم ہونے کی بھی نشان دہی کی۔ درج ذیل آیات ان حقائق پر روشنی ڈالتی ہیں۔

اولم یر الذین کفروا ان السموات والارض کانتا رتقا ففتقنٰهما وجعلنا من الماء کل شیء حی (۳۶)

کیا منکرین دیکھتے نہیں کہ آسمان و زمین متحد تھے پھر ہم نے انہیں الگ الگ کر دیا اور ہر زندہ چیز پانی سے تخلیق کی۔

وسخر لکم الشمس والقمر دائبین (۳۷)

اس نے شمس و قمر کو مسخر کیا جو دونوں گردش کناں ہیں۔

وآیة لهم الیل نسلخ منه النهار فاذا هم مظلمون۔ والشمس تجری لمستقر لها ذالك تقدیر العزیز العلیم۔ والقمر قدرنٰه منازل حتی عاد کالعرجون القدیم۔ لا الشمس ینبغی لها ان تدرك القمر ولا الیل سابق النهار۔ وکل فی فلك یسبحون۔ (۳۸)

رات ان کے لئے نشانی ہے ہم اس پر سے دن کو اتار لیتے ہیں تو لوگ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔ سورج اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا ہے یہ غالب و علیم ذات کا مقرر کردہ اندازہ ہے اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر دی ہیں یہاں تک کہ کھجور کی خشک ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے نہ سورج کی مجال ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن سے پہلے آ سکتی ہے سب ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔

هو الذی جعل الشمس ضیاء والقمر نوراً وقدره منازل لتعلموا عدد السنین والحساب (۳۹)

وہی ذات ہے جس نے سورج کو چمک دار اور چاند کو روشن بنایا اور اس کی منزلیں مقرر کیں تاکہ تم سالوں اور حساب کا تعین کر سکو۔

ان عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا فی کتاب الله یوم خلق السموات والارض (۴۰)

مہینوں کی گنتی اللہ کے بارہ ہیں جو اللہ کی کتاب میں درج ہے جس روز کہ زمین و آسمان پیدا کئے گئے۔

وهو الذی جعل لکم النجوم لتهتدوا بها فی ظلمت البر والبحر (۴۱)

وہی ہے جس نے ستارے بنائے تاکہ تم ان کے ذریعے بری اور بحری تاریکیوں میں راہ تلاش کر سکو۔

علم حیوانات و حشرات الارض! قرآن کریم میں عنکبوت (مکڑی) نمل (چیونٹی) بقرہ (گائے) نحل (شہد کی مکھی) نام کی مستقل سورتیں موجود ہیں۔ ان کے علاوہ متعدد جانوروں، درندوں، پرندوں اور حشرات الارض کا ذکر ہے اور ان کے بارے میں معلومات دی گئی ہیں مثلاً:-

وما من دابة فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیه الا امم امثالکم (۴۲)

جتنے جاندار زمین پر چلتے ہیں اور جتنے پرندے اپنے پروں سے اڑتے ہیں وہ سب تمہاری طرح کے گروہ ہیں۔

اولم یروا الی الطیر فوقهم صفٰت

کیا وہ اپنے اوپر پرندوں کو نہیں دیکھتے جو کبھی پر پھیلائے

ویقبضن (۴۳)

ہوتے ہوتے ہیں اور کبھی سمیٹ لیتے ہیں ۔

وان لکم فی الانعام لعبرۃ ۔ نسقیکم مما فی بطونہم من بین فرث ودم لبنا خالصا سائغا للشربین (۴۴)

چوپایوں کے بارے میں تمہیں سوچنا چاہئے ہم تمہیں پلاتے ہیں اس کے پیٹ میں سے گوبر اور خون کے بیچ سے ستھرا دودھ جو خوش گوار ہے پینے والوں کے لئے۔

افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت (۴۵)

کیا لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کیسے پیدا کیا گیا ؟

واوحی ربك الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتا ومن الشجر ومما یعرشون (۴۶)

تیرے رب نے شہد کی مکھی کو حکم دیا کہ اپنا مکان بنا پہاڑوں میں درختوں میں اور جہاں ٹٹیاں باندھتے ہیں۔

علم نباتات | قرآن حکیم نے نباتات، کھیتی باڑی، زمین کی روئیدگی، پانی کی بہم رسانی۔ آفات سماوی سے زمین اور فصلوں کی حفاظت، نباتات کے لئے مناسب درجہ حرارت اور موزوں موسم کو عظیم حکمت اور قدرت و ربوبیت کی نشانیوں کے طور پیش کیا ہے۔

ھو الذی انزل من السماء ماء فاخرجنا بہ نبات کل شیئ فاخرجنا منہ خضرا نخرج منہ حبا متراکبا ومن النخل من طلعہا قنوان دانیۃ وجنت من اعناب والزیتون والرمان مشتبہا و غیر متشابہ انظروا الی ثمرہ اذا اثمر وینعہ ان فی ذلکم لایت لقوم یومنون (۴۷)

وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا پھر ہم نے اس سے ہر قسم کی نباتات اگائیں اس سے سبز کھیتی پیدا کی جس کے تہہ بہ تہہ دانے ہیں اور کھجور کے گابھے۔ کہ پھل کے گچھے جھکے ہوئے ہیں۔ انگور، زیتون اور انار کے باغات باہم دگر متشابہ اور مختلف، ہر درخت کے پھل کو دیکھو جب وہ ثمر آور ہو اور پکے بے شک اس میں اہل ایمان کی نشانیاں ہیں ۔

واللہ الذی ارسل الریح فتثیر سحابا فسقنہ الی بلد میت فاحیینا بہ الارض بعد موتہا۔ (۴۸)

اللہ وہ ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے پھر وہ بادلوں کو اٹھاتی ہیں پھر ہم ان کو خشک قطعہ زمین کی طرف ہانک دیتے ہیں پھر اس پانی کے ذریعہ زمین کو پس از مرگ زندہ کرتے ہیں۔

الم تر ان اللہ انزل من السماء ماء فسلکہ ینابیع فی الارض ثم یخرج بہ زرعا مختلفا الوانہ ثم یہیج فتراہ مصفرا ثم یجعلہ حطاما (۴۹)

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا۔ پھر اسے زمین کے چشموں میں چلایا۔ پھر اس سے مختلف رنگوں کی کھیتیاں اگائیں۔ پھر وہ تیار ہوتی ہیں۔ تو تو انہیں زرد پکی ہوئی دیکھتا ہے پھر وہ اسے چورا چورا کر دیتا ہے ۔

قرآن حکیم نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اشیاء کائنات میں ہر چیز کو جوڑا جوڑا بنایا۔ آج کی دنیا میں حیوانات و نباتات کے علاوہ دیگر چیزوں کا بھی جوڑا جوڑا ہونا دریافت کر لیا ہے۔ مثلاً بجلی کا منفی اور مثبت چارج، مقناطیس کا قطب جنوبی

اور قطب شمالی لیکن قرآن نے اس حقیقت سے چودہ سو قبل ہی نقاب کشائی کرتے ہوئے فرمایا۔

انبتنا فیھا من کل زوج بھیج	(۵۰)	زمین میں ہم نے ہر قسم کے پر رونق جوڑے اگائے
ومن کل شیئ خلقنا زوجین	(۵۱)	ہم نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کئے۔
سبحٰن الذی خلق الازواج کلھا مما تنبت الارض ومن انفسھم ومما لا یعلمون	۵۲	پاک ہے وہ ذات جس نے زمین سے نکلنے والی ہر چیز کے جوڑے بنائے اور لوگوں میں سے اور دوسری چیزوں میں سے جن کو وہ نہیں جانتے۔

قرآن حکیم اور نظم کائنات قرآن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کائنات میں بکھرے ہوئے مظاہر فطرت ایک ایسے قانون اور تنظیم سے وابستہ ہیں جس میں کہیں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔

تریٰ فی خلق الرحمٰن من تفٰوت	(۵۳)	اللہ کی تخلیق میں تم کوئی تفاوت نہیں پاؤ گے۔
لا تبدیل لخلق اللہ	(۵۴)	اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔
فلن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا		اللہ کے دستور میں آپ کبھی تبدیلی نہیں پائیں گے۔
ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا	(۵۵)	اور نہ ہی اس کے طریقے کو منتقل ہوتا ہوا پائیں گے۔

نیز کائنات میں ہر شے ایک خاص انداز، تناسب اور مقدار کے مطابق پیدا کی گئی ہے۔ اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

وان من شیئ الا عندنا خزائنہ وما ننزلہ الا بقدر معلوم	(۵۶)	جتنی بھی چیزیں ہیں ہمارے پاس ان کے خزانے ہیں لیکن ہم اس کی صرف ایک خاص مقدار ہی اتارتے ہیں۔
انا کل شیئ خلقنٰہ بقدر	(۵۷)	ہم نے ہر چیز کو اندازے سے پیدا کیا۔
ذلک تقدیر العزیز العلیم	(۵۸)	یہ عزیز و علیم کا اندازہ ہے۔

ہم نے مذکورۃ الصدر عنوانات پر انتہائی اختصار (سنشنا دو) دو تین تین آیات پیش کرنے پر اکتفا کیا ہے اور یہ مختصر مقالہ تفصیلات کا متحمل بھی نہیں۔ تاہم اس تمام بحث سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ اسلام نے علم و سائنس کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے مظاہر فطرت میں غور و فکر کرنا انسان کے لئے فرض قرار دیا ہے۔ تجربہ و مشاہدہ کو حصول علم کے ذریعہ کے طور پر سند مانا اور مختلف شعبہ ہائے علوم کی طرف انسان کی نہ صرف توجہ مبذول کرائی بلکہ اس کے سامنے بیشمار سائنسی حقائق و نتائج پیش کر کے اسے یہ دعوت دی کہ وہ قرآن کی رہنمائی میں کائنات میں ڈوب کر اسرار فطرت کی نقاب کشائی کرے۔ البتہ اس ضمن میں یہ امر نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ کہ قرآن کو سائنس کے مطابق ڈھالنے کا رجحان انتہائی خطرناک ہے۔ کیونکہ سائنسی اصول و نظریات میں تجربہ و تحقیق کی ترقی کے ساتھ ساتھ تبدیلیاں رونما ہوتی رہتی ہیں

جب کہ قرآن حکیم وہ آخری الہامی کتاب ہے جس میں کسی ترمیم وتغیر کی گنجائش نہیں ہے۔ قرآن کی بنیاد وحی پر ہے جس میں کسی قسم کی غلطی کا امکان نہیں ہے۔ جب کہ سائنس کا دار ومدار انسانی علم وتجربہ پر ہے۔ جسے کسی بھی مرحلے میں خطا سے ماورا نہیں قرار دیا جاسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ حالات، واقعات اور جدید انکشافات کے مطابق قرآن کی تفسیر وتعبیر کی جتنی کوششیں کی گئیں۔ جمہور مسلمانوں نے کبھی انہیں پسندیدہ نظر سے نہیں دیکھا۔ علامہ اقبال نے اس انداز تفسیر کا ذکر کرتے ہوئے کیا خوب کہا ؎

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں — ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق
ان غلاموں کا یہ مسلک ہے کہ ناقص ہے کتاب — کہ سکھاتی نہیں مومن کو غلامی کے طریق

حوالہ جات

۱۔ مولانا ظفر علی خان، مقدمہ معرکہ مذہب وسائنس۔ رفاہ عام پریس لاہور ۱۹۱۰ء ص ۳۴ ۔ ۲ ۔ ڈریپر، معرکہ مذہب وسائنس ص ۲۹۷
۳۔ ایضاً ص ۲۷، لیبان، تمدن عرب، مقبول اکیڈمی لاہور، ۶۴ ۔ ۴ ۔ ڈریپر، معرکہ مذہب وسائنس ۲۹۶
۵۔ ایضاً ص ۲۴۸، ۲۰۵، ۲۷۷، ۲۳۷، ۲۱۹، ۲۸۹ ۔ ۶ ۔ ظفر علی خان، مقدمہ معرکہ مذہب وسائنس ۔ ۷ ۔ البقرہ ۲ : ۳۰، ۳۴
۸۔ آل عمران ۳ : ۱۶۴ ۹۔ العلق ۱ ۔ ۵ ۱۰۔ فاطر ۳۵ : ۲۸ ۱۱۔ المجادلہ ۵۸ : ۱۱
۱۲۔ البقرہ ۲ : ۲۶۹ ۱۳۔ الزمر ۳۹ : ۹ ۱۴۔ " " : ۱۹ ۱۵۔ صحیح بخاری۔ کتاب الصلوٰۃ
۱۶۔ مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۸ ۔ ۱۷ ۔ طبقات ابن سعد ۲ : ۱۱۵ ۔ ۱۸ ۔ صحیح بخاری کتاب العلم باب ۱۳ ۔ ۱۹ ۔ متفق علیہ، کتاب العلم
۲۰۔ ابن ماجہ، کتاب العلم ۲۱۔ جامع الترمذی۔ کتاب العلم ۲۲۔ ایضاً باب ۳ ۲۳۔ البقرہ ۲ : ۱۶۴
۲۴۔ آل عمران ۳ : ۱۹۰ ۲۵۔ یوسف ۱۲ : ۱۰۵ ۲۶۔ الاعراف ۷ : ۱۸۵ ۲۷۔ البقرہ ۲ : ۲۱۹
۲۸۔ ایضاً ۲ : ۲۹ ۲۹۔ لقمن ۳۱ : ۲۰ ۳۰۔ النحل ۱۶ : ۱۲ ۔ ۱۴ ۳۱۔ الجاثیہ ۴۵ : ۱۲
۳۲۔ لطفی جمعہ، تاریخ فلاسفۃ الاسلام ۔ مقدمۃ الکتاب ۳۳۔ المومنون ۲۳ : ۱۲ ۔ ۱۴ : الحج ۲۲ : ۵ : المومن ۴۰ : ۶۷
۳۴۔ لقمن ۳۱ ۳۵۔ النحل ۱۶ : ۲۹ ۳۶۔ الانبیاء ۲۱ : ۳۰ ۳۷۔ ابراہیم ۱۴ : ۳۳
۳۸۔ یٰس ۳۶ : ۶۰ ۔ ۶۳ ۳۹۔ یونس ۱۰ : ۵ ۴۰۔ توبہ ۹ : ۳۶ ۴۱۔ الانعام ۶ : ۹۷
۴۲۔ ایضاً ۶ : ۳۸ ۴۳۔ الملک ۶۷ : ۱۹ ۴۴۔ النحل ۱۶ : ۶۶ ۴۵۔ الغاشیہ ۸۸ : ۱۷
۴۶۔ النحل ۱۶ : ۶۸ ۴۷۔ الانعام ۶ : ۹۹ ۴۸۔ فاطر ۳۵ : ۹ ۴۹۔ الزمر ۳۹ : ۲۱
۵۰۔ ق ۵۰ : ۷ ۵۱۔ الذاریات ۵۱ : ۴۹ ۵۲۔ یٰس ۳۶ : ۳۶ ۵۳۔ الملک ۶۷ : ۳
۵۴۔ الروم ۳۰ : ۳۰ ۵۵۔ فاطر ۳۵ : ۴۳ ۵۶۔ الحجر ۱۵ : ۲۱ ۵۷۔ القمر ۵۴ : ۴۹
۵۸۔ الانعام ۶ : ۹۶۔

تحریر ـــــــ جناب ڈاکٹر تنزیل الرحمن صاحب
ترجمہ ـــــــ حافظ عبدالقادر

اسلام کا قانون صحیح النسبی
اور
مروّجہ قانون شہادت

۱۸۷۲ء کے شہادت ایکٹ کی دفعہ ۱۱۲، اور شریعت اسلام

اسلامی قوانین کے سلسلہ میں مروّجہ اینگلو سیکسن قانون شہادت پر اسلامی نقطہ نظر کی روشنی میں نظر ثانی یا از سر نو تدوین کا مسئلہ ملک میں زیر بحث ہے۔ موجودہ قانون شہادت پر ہم الحق میں جناب ڈاکٹر تنزیل الرحمن صاحب چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل کا فاضلانہ مقالہ شائع کر چکے ہیں۔ پیش نظر مضمون میں مروجہ قانون کی ایک خاص دفعہ سے اسلام کا ایک اہم قانون متاثر ہونے پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ (ادارہ)

جسٹس تنزیل الرحمن کی انگریزی کتاب "اے کوڈ آف مسلم پرسنل لا" جلد اول ۶۹۸ تا ۷۰۲ کا اردو ترجمہ۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا شہادت ایکٹ مجریہ ۱۸۷۲ء کی دفعہ ۱۱۲ سے اسلام کا قانون صحیح النسبی متاثر ہوتا ہے یا نہیں؟ الہ آباد ہائیکورٹ نے مقدمہ سبط محمد بنام محمد (۱۹۲۶ء الہ آباد - ۵۸۹) میں قرار دیا تھا کہ اسلام کا قانون متعلقہ صحیح النسبی ۱۸۷۲ء کے شہادت ایکٹ کی دفعہ ۱۱۲ سے منسوخ ہو چکا ہے۔ لاہور ہائیکورٹ نے بھی مقدمہ مسماۃ رحیم بی بی بنام چراغ دین (اے۔ آئی۔ آر ۱۹۳۰ء صفحہ ۹۷) میں یہی نقطہ نظر اختیار کیا تھا۔

صحیح النسبی سے متعلق احکام جو اسلامی قانون کے تحت بتلائے گئے ہیں ان میں اور ۱۸۷۲ء کے شہادت ایکٹ کی دفعہ ۱۱۲ کے تحت تضاد پایا جاتا ہے۔ اسلامی قانون کے تحت صحیح النسبی سے متعلق احکام کا خلاصہ سطور ذیل میں پیش ہے۔

(الف) جو بچہ شادی کے بعد چھ مہینے کے اندر اندر پیدا ہو وہ ناجائز تصور کیا جاتا ہے۔ اِلّا یہ کہ باپ اس امر کا

دعویٰ کرے کہ بچہ اس کی جائز اولاد ہے۔

ب۔ جو بچہ شادی کے بعد چھ مہینے گذر جانے پر پیدا ہو وہ جائز تصور کیا جاتا ہے۔ الا یہ کہ باپ لعان کے ذریعہ اسے اپنی اولاد تسلیم کرنے سے انکار کردے۔

ج۔ جو بچہ رشتۂ ازدواج منقطع ہونے کے بعد:

چاند کے حساب سے دو سال کے اندر اندر پیدا ہو وہ حنفی فقہ کے مطابق جائز تصور کیا جاتا ہے۔

چاند کے حساب سے چار سال کے اندر اندر پیدا ہو وہ مالکی، شافعی اور حنبلی مکاتب فکر کے مطابق جائز تصور کیا جاتا ہے۔

اگر ۱۸۷۲ء کے شہادت ایکٹ کی دفعہ ۱۱۲ اور صحیح النسبی سے متعلق اسلامی قانون کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ مذکورہ دفعہ اسلامی قانون سے متصادم اور اس کے منافی ہے۔ مندرجہ ذیل مثالیں اس حقیقت کی واضح نشاندہی کرتی ہیں۔

۱۔ ۱۸۷۲ء کے شہادت ایکٹ کی دفعہ ۱۱۲ کے تحت وضع کردہ حکم کے خلاف جو بچہ شادی کے بعد چھ مہینے کے اندر اندر پیدا ہو وہ اسلامی قانون کی رو سے ناجائز تصور کیا جاتا ہے جب کہ وہ بچہ جو خاوند کی موت یا طلاق کے باعث رشتہ ازدواج منقطع ہونے سے دو سال کے اندر اندر پیدا ہو جائز تصور کیا جاتا ہے۔ شہادت ایکٹ کی دفعہ ۱۱۲ کے تحت وہ بچہ جو کسی عورت کے ہاں اس کی شادی کے چھ مہینے کے اندر اندر پیدا ہو درآں حال کہ کوئی شہادت ایسی موجود نہ ہو جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ خاوند کی اپنی بیوی تک رسائی ممکن تھی وہ خاوند کی جائز اولاد تصور کیا جاتا ہے جب کہ اسلامی قانون کی رو سے ایسا بچہ ناجائز تصور کیا جاتا ہے۔

۲۔ اس طرح وہ بچہ جو رشتۂ ازدواج منقطع ہونے کے بعد چاند کے حساب سے دو سال کے اندر اندر پیدا ہو اسلامی قانون کے تحت جائز تصور کیا جاتا ہے جب کہ شہادت ایکٹ کی رو سے نہ تو ایسے بچے کی صحیح النسبی کی حمایت میں قیاس کیا جاتا ہے اور نہ ہی اس کے برعکس کرنے کی گنجائش ہے جب کہ بچہ رشتۂ ازدواج منقطع ہونے کے بعد ۲۸۰ دن سے زیادہ لیکن دو سال سے کم مدت میں پیدا ہو۔ چنانچہ ایسے حالات میں صحیح النسبی کا ثبوت پیش کرنے کی ذمہ داری اس شخص پر عائد ہوتی ہے جو اس کا دعویٰ کرے تاہم مروجہ قانون کے تحت چونکہ ولدیت کے بارے میں قیاس شہادت کا ایک قاعدہ ہے کہ اسلامی قانون کے تحت کیا گیا ہو جو کہ ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اسلام غالب ہونے کے لئے ہے نہ کہ مغلوب ہونے کے لئے۔

۳۔ دفعہ ۱۱۲ کے تحت کئے گئے صحیح النسبی کے قیاس کا اطلاق نکاح فاسد کے مسئلہ پر نہیں کیا جا سکتا جب کہ اسلامی قانون کے تحت کئے گئے قیاس کا اطلاق اس پر یقیناً کیا جا سکتا ہے۔

اگرچہ عدالت بعض مقدمات میں دفعہ ۱۱۲ کے تحت ایسے واقعات کا وقوع پذیر ہونا فرض کر سکتی ہے جن کا واقع ہوا اس کی رائے میں ممکن ہو۔ تاہم ان واقعات کے وقوع پذیر ہونے کی فطری صورت ذہن میں رکھنی ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ کلکتے کے ایک مقدمہ میں اشرف علی بنام اسد علی ۱۹۸۱ (سی۔ ڈبلیو۔ این ص ۲) شہادت ایکٹ کے نفاذ سے پہلے عدالت نے ایک ایسے بچے کی معاملہ میں جو اپنی ماں کو طلاق ہو جانے کے ۱۹ مہینے بعد پیدا ہوا تھا، صحیح النسبی سے متعلق اسلامی قانون کے اس حکم کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ عدالت کی دلیل یہ تھی کہ ایک ایسے بچے کو جو اپنی ماں کو طلاق ہو جانے کے ۱۹ مہینے بعد پیدا ہوا ہو صحیح النسب قرار دینا فطری معمول کے خلاف اور ناممکن بات ہے۔

راقم السطور کی یہ پختہ رائے ہے کہ شہادت ایکٹ ۱۸۷۲ء کی دفعہ ۱۱۲ جس حد تک کہ اس کا تعلق ایک ایسے بچے کو صحیح النسب قرار دینے سے ہے جو اپنے والدین کی شادی کے چھ ماہ کے اندر اندر بلکہ شادی کے فوراً بعد پیدا ہوا ہو۔ (الا یہ کہ یہ امر ثابت ہو جائے کہ ایک دوسرے تک رسائی حاصل کرنا ان کے لیے ممکن نہ تھا) ایک ایسے قیاس کو بروئے کار لاتی ہے جو براہ راست قرآنی احکام جن کے تحت ایسا بچہ ناجائز قرار پاتا ہے، کے منافی ہے۔ تاہم اس قانون کے مطابق انفساخ نکاح کی صورت میں کسی بچے کا اپنے والدین کے رشتۂ ازدواج کے منقطع ہونے کے بعد ۲۸۰ دن کے اندر اندر پیدا ہونا، جب کہ ماں غیر شادی شدہ رہی ہو، اس بات کا قطعی ثبوت ہوگا کہ وہ اس آدمی کی جائز اولاد ہے۔ اسلامی قانون کے تحت یہ مدت، شادی کے بعد، حنفی فقہ کے مطابق چاند کے حساب سے دو سال اور شافعی نیز مالکی فقہ کے مطابق چار قمری سال تک بڑھ جاتی ہے۔ مروجہ قانون کی متذکرہ بالا شق نہ تو سنی مکاتب فکر کے مسلمہ نقطہ نظر کے مطابق ہے نہ مختلف مسلمان ممالک کے وضع کردہ موجودہ قوانین کے مطابق جہاں ایسے معاملات میں وقت کی حد ایک سال مقرر کی گئی ہے۔ تاہم جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ بچہ شادی سے چھ ماہ بعد اور رشتۂ ازدواج کی بقا کے دوران میں پیدا ہوا ہو تو اس معاملے میں اسلامی قانون اور ۱۸۷۲ء کی شہادت ایکٹ میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔

شہادت ایکٹ کی دفعہ ۲ (الف) کی تنسیخ کا اثر | شہادت ایکٹ کی دفعہ ۱۱۲ کے اطلاق کا سوال اس قانون کی دفعہ ۲ کی ۱۹۳۸ء میں تنسیخ کے بعد پھر پیدا ہوا۔

شہادت ایکٹ ۱۸۷۲ء کی دفعہ ۲ اپنی اصلی صورت میں حسب ذیل تھی۔

۲۔ اس دن اور اس دن سے مندرجہ ذیل قوانین منسوخ ہو جائیں گے۔

(الف) شہادت کے ایسے تمام قواعد جو برطانوی ہند کے کسی حصے میں نافذ العمل کسی قانون موضوعہ ایکٹ یا ضابطے میں شامل نہ ہوں۔

(ب) ایسے تمام قواعد، قوانین اور ضابطے جنھوں نے انڈین کونسلز ایکٹ ۱۸۶۱ء کی پچیسویں دفعہ کے تحت قانونی

حیثیت حاصل کی ہو۔ اس حد تک جس حد تک ان کا تعلق کسی ایسے معاملے سے ہو جس کے لئے اس قانون میں اہتمام کیا گیا ہو۔ اور وہ تمام وضع شدہ قوانین جن کا ذکر زیر نظر قانون کے ساتھ شامل شیڈول میں کیا گیا ہے۔ اس حد تک جس کی وضاحت مذکورہ شیڈول کے تیسرے کالم میں کی گئی ہے۔

لیکن اس قانون کے مشمولات کسی وضع شدہ قانون ایکٹ یا ضابطے جو برطانوی ہند کے کسی بھی حصے میں نافذالعمل ہوں اور اں نہیں اس قانون کے ذریعے واضح طور پر منسوخ نہ کیا گیا ہو، کی کسی دفعہ کو متاثر نہیں کریں گے۔

مندرجہ بالا دفعہ کی پہلی شق کی رو سے شہادت کے وہ تمام قواعد منسوخ ہو گئے۔ جو کسی وضع شدہ قانون ایکٹ یا ضابطے میں شامل نہ تھے۔ اس طرح شہادت کے وہ تمام قواعد جن کی بنیاد اسلامی قانون پر رکھی گئی تھی اور جو شہادت ایکٹ ۱۸۷۲ء کے نفاذ سے پہلے بعض تبدیلیوں کے ساتھ ہندوستان کی عدالتوں میں رائج تھے اپنی قانونی حیثیت کھو بیٹھے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کی عدالت عالیہ نے یہ نقطہ نظر اختیار کیا کہ اب اسلامی قانون شہادت قابل اطلاق نہیں رہا۔

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ۱۹۳۸ء میں دفعہ نمبر ۲ منسوخ کر دی گئی ہے۔ اس کے باوجود مقدمہ کیپٹن ٹی۔ ڈبلیو۔ ونگ بنام مسٹر ایف۔ ای کنگ (آئی۔ آئی۔ آر ۱۹۴۵ء الہ آباد ۱۹۰) میں یہ رائے ظاہر کی گئی ہے کہ ۱۹۳۸ء کے ترمیمی اور تنسیخی ایکٹ کے ذریعے شہادت ایکٹ کی دفعہ ۲ کی تنسیخ سے کچھ فرق نہیں پڑا۔ اس لئے کہ اس ایکٹ کا یہ اثر نہیں ہوا کہ شہادت ایکٹ کی دفعہ ۲ کے ذریعے جن قواعد کو منسوخ کیا گیا تھا ان کو دوبارہ قانون کا درجہ حاصل ہو گیا ہو۔ یہ نقطہ مغربی پاکستان ہائی کورٹ کے سامنے بھی زیر غور آیا۔ چنانچہ اس کے ایک ڈویژن بنچ نے مقدمہ عبدالغنی بنام طالع بی بی (پی۔ ایل۔ ڈی ۱۹۶۲ء لاہور صہ ۵۳۱) میں قرار دیا کہ محمڈن لا آف ایویڈنس کے قواعد جو دفعہ ۲ کی شق الف کے ذریعے منسوخ ہو گئے تھے وہ اس دفعہ (شہادت ایکٹ کی دفعہ ۲) کی تنسیخ سے دوبارہ بحال ہو گئے ہیں بعض فاضل ججوں نے اس طرح اپنی رائے کا اظہار کیا۔ کہ شہادت ایکٹ ۱۸۷۲ء کی دفعہ ۲ کی تنسیخ سے صحیح النسبی سے متعلق اسلامی قانون شہادت کا قاعدہ بحال ہو گیا ہے۔

لاہور ہائیکورٹ کے اس فیصلے کی توثیق سپریم کورٹ آف پاکستان نے مقدمہ حمیدہ بیگم بنام مراد بیگم (پی۔ ایل ڈی۔ ۱۹۷۵ء ایس سی ۶۲۴ صہ ۶۵۰) میں کی اور قرار دیا کہ" ۱۹۳۸ء کے ایکٹ نمبر ۱ کے ذریعے شہادت ایکٹ کی دفعہ ۲ کی تنسیخ سے "مسلم پرسنل لا" کے قواعد بحال ہو گئے ہیں۔ اور صحیح النسبی وغیرہ سے متعلق معاملات پر ان کا اطلاق کیا جائے گا جب کہ فریقین مسلمان ہوں"

جہاں تک اس نزاع کا تعلق ہے کہ آیا صحیح النسبی سے متعلق حکم شہادت کا ایک قاعدہ ہے یا اصل قانون کا حصہ ہے۔ تو اس کے متعلق سپریم کورٹ نے مذکورہ بالا فیصلے میں اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ " پنجاب چیف کورٹ نے بہت پہلے یعنی

۱۸۸۱ء میں مقدمہ رحمت علی بنام مسماۃ اللہ دی (آئی۔پی۔آر ۱۸۸۴ء) میں جو حکم بیان کیا تھا اور جس پر اس وقت بہت سے مقدمات میں عمل ہو رہا ہے۔ فی الحقیقت ایک صحیح قاعدہ ہے یعنی شہادت ایکٹ کی دفعہ ۲۔الف۔ مقاصد کے لئے صحیح النسبی کے بارے میں مسلم قانون کے قواعد کو شہادت کے قواعد سمجھا جانا چاہئے۔ لہذا انہیں اس دفعہ سے منسوخ سمجھا جانا چاہئے۔ اس نتیجے کے ساتھ کہ اس معاملے پر شہادت ایکٹ کی دفعہ ۱۱۲ کا اطلاق ہوگا۔ حتیٰ ان مقدمات میں بھی جن میں فریقین مسلمان ہوں۔"

اس نقطہ نظر کے خلاف کہ صحیح النسبی سے متعلق مسلم قانون کے قواعد شہادت کے قواعد ہیں۔ بہت کچھ کہا جا سکتا ہے جیسا کہ تمام کلاسیکی مسلم فقہا نے تائید کی ہے۔ کہ صحیح النسبی سے متعلق اسلامی قانون مسلمانوں کے شخصی قانون کا جز و لاینفک ہے۔ اور اس حیثیت سے صحیح النسبی سے متعلقہ معاملات پر اس کا اطلاق ان مقدمات میں ہونا چاہئے جہاں فریقین مسلمان ہوں۔ شہادت ایکٹ نے صحیح النسبی کی تعیین میں بچے کی پیدائش کے وقت کو بنیادی عامل قرار دے کر ایک ایسے اصول کو متعارف کرایا ہے جس کی بنیاد صحیح النسبی کے انگریزی نقطہ نظر سے رکھی گئی ہے۔ جب کہ اسلام صحیح النسبی کی تعیین کے لئے دوسری چیزوں کے علاوہ استقرار حمل کے وقت کو بنیادی عامل سمجھتا ہے۔

ناگپور جوڈیشل کمشنر کی عدالت کے ایک مقدمے میں قرار دیا گیا کہ صحیح النسبی کے مسلم قانون کی دفعات مسلمانوں کے مستقل قانون کا ایک حصہ ہیں۔ اس لئے دفعہ ۱۱۲ میں جو قاعدہ مقرر کیا گیا ہے۔ اس کا اطلاق مسلمانوں پر نہیں ہوتا۔

مقدمہ ذاکر علی بنام صغریٰ بائی اے۔آئی۔آر ۱۹۳۰ء ناگپور ۳۲۔۳۳۔۹۳۔آئی سی ۳۴۳۔)

یہ مسئلہ بہت سے مقدمات میں فیصلے کے لئے الہ آباد ہائیکورٹ کے سامنے بھی پیش ہوا۔ مقدمہ سبط محمد بنام محمد حمید (آئی ایل آر ۴۸ الہ آباد ۶۲۵) میں عدالت نے بالکل آغاز ہی میں یہ قرار دیا کہ بنگال۔ آگرہ اور آسام سول کورٹس ایکٹ ۱۸۸۷ء کی دفعہ ۳۷ کے تحت شادی یا وراثت سے متعلق مسائل کا فیصلہ محمڈن لا کے مطابق ہونا چاہئے جب کہ فریقین مسلمان ہوں۔ الا یہ کہ اس حد تک جس حد تک وہ قانون، قانون سازانہ وضع قانون کے ذریعہ تبدیل یا منسوخ کر دیا گیا ہو

عدالت نے مزید کہا کہ:۔

" سر رولینڈ نے اینگلو محمڈن لا پر اپنی کتاب میں اس رائے پر اظہار کیا ہے کہ ہندوستان کی شہادت ایکٹ کی دفعہ ۱۱۲ درحقیقت، قطع نظر اس امر کے کہ کتاب قانون میں اس کا مقام کیا ہے۔ شہادت کے بجائے شادی کے مستقل قانون کا ایک قاعدہ ہے۔ چنانچہ اس حیثیت سے اس کا اطلاق مسلمانوں پر اس حد تک نہیں کیا جا سکتا جس حد تک کہ یہ محمڈن اصول سے متصادم ہے کہ ایسا بچہ جو اپنے والدین کی شادی کے بعد چھ ماہ کے اندر اندر پیدا ہوا ہو ان کی جائز اولاد نہیں ہے۔"

سید امیر علی نے بھی جو اسلامی قانون پر سند ہونے کی شہرت رکھتے ہیں۔ اس نقطہ نظر کا اظہار کیا ہے کہ:۔

(باقی ص ۳۹ پر)

مطبوعات مؤتمر المصنفین

دعوات حق
جلد اول

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کے خطبات اور ارشادات کا عظیم الشان مجموعہ دین و شریعت اخلاق و معاشرت علم و عمل، عروج و زوال، نبوت و رسالت، شریعت و طریقت، ہر پہلو پر حاوی کتاب صفحات ۶۷۵، بہترین ڈائی دار جلد، قیمت -/۴۵ روپے ـــــ جلد دوئم -/۵۰ روپے

قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ

قومی اسمبلی میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے دینی و ملی مسائل پر قراردادیں، مباحث، تقاریر اور قراردادوں پر ارکان کا ردعمل، آئین کو اسلامی اور جمہوری بنانے کی جدوجہد کی مدلل اور مستند داستان، ایک سیاسی و آئینی دستاویز، ایک اعمالنامہ جس سے وکلاء سیاستدان، علماء اور سیاسی جماعتیں بے نیاز نہیں ہوسکتیں صفحات ۴۰۰، قیمت پندرہ روپے۔

عبادات و عبدیت

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی تقاریر کا مجموعہ، بندگی اور اسکے آداب، عبادات کی حکمتیں اور اعمال صالحہ کی برکات، اللہ کی عظمت و محبوبیت اور دیگر موضوعات پر عمدہ کتاب۔ صفحات ۸۸، قیمت -/۳ روپے

مسئلہ خلافت و شہادت

مسئلہ خلافت و شہادت حسین، تعدیل صحابہؓ وغیرہ پر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی مبسوط تقریر مولانا سمیع الحق کی تعلیقات و حواشی کے ساتھ صفحات ۱۰۴ قیمت -/۳ روپے۔

اسلام اور عصر حاضر

از مولانا سمیع الحق مدیر الحق

عصر حاضر کے تمدنی معاشی، اخلاقی، سائنسی، آئینی، تعلیمی اور معاشرتی مسائل میں اسلام کا موقف، عصر حاضر کے علمی و دینی فتنوں اور فرق باطلہ کا تعاقب، بیسویں صدی کے کارزار حق و باطل میں اسلام کی بالادستی کی ایک ایمان افروز جھلک، مغربی تہذیب کا تجزیہ، پیش لفظ از مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ، صفحات ۴۴۰ جلد سنہری ڈائی دار قیمت -/۴۰

قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق

از مولانا سمیع الحق مدیر ا[illegible]

تعمیر اخلاق، اصلاح معاشر[illegible] تطہیر نفس میں قرآن حکیم کا معتدلانہ انداز اور حکیمانہ طرز عمل، عبادا[illegible] اخلاقی پہلو۔ قیمت -/۲ روپے۔

الحاوی علی مشکلات الطحاوی

شیخ الحدیث مولانا زکریا[illegible] شیخ الحدیث مولانا عبدا[illegible] کاملپوریؒ اور مظاہر العلوم کے دیگر ممتاز محدثین کے مشترکہ غور و فک[illegible] طحاوی شریف کی تقریباً ایک سو مشکلات کا حل۔ قیمت بارہ رو[illegible]

ہدایۃ القاری شرح صحیح البخاری
عربی

از قلم حضرۃ مولانا محمد فر[illegible] مدرس و مفتی دارالعلوم حقا[illegible]

بخاری شریف کی قدیم مبسوط شروح اور امائی اکابر سے زیر بحث مشک[illegible] مباحث کا خلاصہ، مختصر اور جامع شرح جلد اول صحیح بخاری کی کتا[illegible] پر مشتمل ہے۔

برکۃ المغازی
عربی

از مولانا محمد حسن جان صاحب استا[illegible] حقانیہ۔ بخاری شریف کی کتاب الجہاد[illegible] اور حدیث وصیۃ زبیرؓ کے متعلق تحقیقی مباحث۔ قیمت چار [illegible]

پسندیدہ اور ناپسندیدہ باتیں
اللہ تعالیٰ کی

شیخ الاسلام مولانا سید حسین[illegible] قدس سرہ کی غیر مطبوعہ مبسوط[illegible] انسان کی حقیقی کامیابی کا معیار اللہ کی نظر میں کیا ہے۔ مرتبہ مولانا[illegible] قیمت ایک روپیہ۔

ارشادات حکیم الاسلام

از علامہ قاری محمد طیب صاحب[illegible] مہتمم دارالعلوم دیوبند۔

دارالعلوم حقانیہ میں معجزات انبیاء، دارالعلوم دیوبند کی ر[illegible] عظمت اور مقام پر حضرت قاری صاحب مدظلہ کی حک[illegible] عارفانہ تقریریں۔ قیمت ۵۰/۱ روپیہ۔

مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور۔ پاکستان

ابرار احمد فاروقی کراچی

حکیم الامتؒ حضرت شاہ ولی اللہؒ محدثؒ دہلوی الفاروقی

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

پیدائش اور ابتدائی زندگی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا نام قطب الدین احمد اور تاریخی نام عظیم الدین ہے۔ اہل علم حضرت ولی اللہ کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ آپ کی جائے پیدائش قصبہ پھلت ضلع مظفر نگر (ہند) ہے۔ اہل علم حضرت آپ کی یادگار شایانِ شان مناتے ہیں اور ان کی خدمات جلیلہ کا بیان کر کے آنے والی نسل کے لئے ایک درخشاں نمونہ پیش کرتے ہیں۔ شاہ صاحب موصوف نہ صرف برصغیر کے مایۂ ناز سپوت تھے بلکہ تمام عالم اسلام ان کے کارہائے نمایاں پر بجا طور پر فخر کرتا ہے۔

۴ شوال ۱۱۱۴ھ مطابق ۱۷۰۳ء کو پیدا ہوئے حسب رواج ۵ سال کی عمر میں تعلیم کا آغاز ہوا۔ ساتویں سال میں قرآن شریف ختم ہوا۔ اور فارسی تعلیم شروع ہوئی۔ دس سال کی عمر میں فوائد ضیائیہ (شرح ملا جامی) پڑھنی جس کے بعد مطالعہ کتب کی استعداد پیدا ہوگئی۔ چودہ سال کی عمر میں شادی ہوئی۔ پندرہ سال کی عمر میں اپنے والد ماجد شاہ عبدالرحیمؒ سے بیعت ہوئے۔ اور اشغال مشائخ نقشبندیہ کی تعلیم حاصل کی۔ اسی سال تفسیر بیضاوی کا ایک جزء پڑھ کر تعلیم سے فراغت حاصل کر لی۔ آپ کے والد بزرگوار نے اس موقعہ پر بطور اظہار خوشنودی عام ضیافت کا انتظام کیا۔ اور درس کی اجازت دی۔

علمی و روحانی ارتفاع آپ بیک وقت جید عالم، کامل صوفی، عظیم الشان سیاست داں اور جلیل القدر حکیم الامت تھے۔ کسی انسان میں اتنی خوبیوں کا جمع ہونا مشکل ہے۔ آپ کے ارشادات نے مسلمانانِ برصغیر میں ایک نئی روح پھونک دی۔ بالخصوص اس دور میں جب کہ مسلمانانِ برصغیر احساس کمتری میں گرفتار تھے۔ مسلمان قوم ان کے عظیم احسانات، فقید المثال قیادت اور نادر الوجود ایثار کے بوجھ سے دبی ہوئی ہے اور رہتی دنیا تک ان کے اعلیٰ دینی، قومی اور ملکی خدمات کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔

سیاسی افکار شاہ ولی اللہ کے زمانے میں سیاسی ابتری اور انتشار کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ مغلیہ

سلطنت کے تناور درخت کی جڑیں کھوکھلی ہو رہی تھیں۔ تخت نشینی کے لیے آئے دن کشت و خون کا بازار گرم رہتا تھا۔ صوبہ دار مرکز سے باغی ہو رہے تھے۔ امراء و رؤسا آپس میں بہ دست و گریباں تھے۔ شاہ صاحب موصوف نے دہلی میں مندرجہ ذیل دس بادشاہوں کا دورِ حکومت دیکھا۔

۱۔ اورنگ زیب ۱۰۶۸ھ تا ۱۱۱۸ھ دورِ عالمگیری کے آخری چار سال ۱۱۱۴ھ تا ۱۱۱۸ھ

۲۔ شاہ عالم بہادر شاہ اول ۱۱۱۸ھ تا ۱۱۲۴ھ ۳۔ معز الدین جہاں دار شاہ ۱۱۲۴ھ تا ۱۱۲۵ھ

۴۔ فرخ سیر ۱۱۲۵ھ تا ۱۱۳۱ھ ۵۔ رفیع الدرجات ۱۱۳۱ھ تین ماہ

۶۔ رفیع الدولہ ۱۱۳۱ھ تین ماہ ۷۔ محمد شاہ ۱۱۳۱ھ تا ۱۱۶۱ھ

۸۔ احمد شاہ ۱۱۶۱ھ تا ۱۱۶۷ھ ۹۔ عالمگیر ثانی ۱۱۶۷ھ تا ۱۱۷۳ھ

۱۰۔ شاہ عالم ثانی ۱۱۷۳ھ تا ۱۲۲۱ھ شروع کے تین سال ۱۱۷۳ھ تا ۱۱۷۶ھ

اورنگ زیب عالمگیر کے انتقال کے وقت شاہ صاحب کی عمر کم و بیش چار سال تھی۔ اور شاہ صاحب نے شاہ عالم ثانی کا دور بھی ڈھائی سال ہی دیکھا۔ اس وقت شاہ عالم مشرقی ہند میں بھٹکتا پھر رہا تھا۔ اور دہلی کا تخت بادشاہ سے خالی تھا۔ دراصل یہ مغلیہ حکومت کی جان کنی کا عالم تھا۔

امراء اور رؤسا سازشوں اور عیش کوشیوں میں مصروف تھے۔ اس پر ان کی چیرہ دستیاں اور سفاکیاں بھی تباہ کن تھیں۔ سید برادران حسین علی خاں اور عبداللہ خان سیاہ و سفید کے مالک تھے۔ بادشاہ دہلی ان کے اشارۂ چشم ابرو کا منتظر رہتا تھا۔ اور امراء کے آپس کے نفاق نے سکھوں اور جاٹوں کو شمالی ہند اور مرہٹوں کو جنوبی ہند میں سر اٹھانے کا بلکہ حکومتیں قائم کرنے کے مواقع بہم پہنچائے تھے۔

حکومت میں ایران اور ماوراء النہر کے اکابر کا عمل دخل تھا اور انہیں کے طرزِ فکر، معاشرت، لباس، آداب و طریق کو قبول عام حاصل ہوا۔ ہر چیز عجمیت کے رنگ میں رنگی ہوئی تھی۔ معاشرہ کی زوال پذیری اپنی حد کو پہنچ چکی تھی۔ ظاہری نمود و نمائش اور غیر اسلامی رسم و رواج کا دور دورہ تھا۔ مذہبی بدحالی حدِ بیان سے باہر تھی۔ جاہل صوفی اور خوش عقیدہ مولوی عوام کے مقتدا بنے ہوئے تھے۔

شاہ ولی اللہ نے معاشرہ کا بھرپور جائزہ لیا۔ اور مسلم معاشرہ کی ذہنی اصلاح کے لیے ایسا مواد مہیا کیا جس سے نہ صرف علوم اسلامیہ کا احیاء ہو بلکہ مسلم معاشرے میں اصلاح کی تحریک شروع ہوئی۔ اور لوگوں کے سوچنے کا انداز بدل گیا۔ شاہ صاحب نے جمود کو توڑا۔ عمل کی دعوت دی۔ قرآن و احادیث کو عام کیا اور مسلمانوں کو اس طرف راغب کیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ کی سوانح حیات پر روشنی ڈالنا ایسا ہے جیسا کہ سورج کو چراغ دکھایا جائے۔ شاہ

صاحب موصوف کی پاکیزہ زندگی پر متعدد کتابیں تصنیف ہو چکی ہیں جن سے افادے کے لئے چشم بینا کی ضرورت ہے۔ ان کے کارہائے نمایاں کو بغور پڑھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق موجود ہو تو ہم اپنے محسنِ اعظم کے افکارِ زریں سے استفادہ کرسکتے ہیں۔

فرزندانِ گرامی | حضرت شاہ ولی اللہؒ نے چار فرزند یادگار چھوڑے جن کے دم سے علم و عمل کا چراغ مزید روشن ہوا۔

۱۔ شاہ عبدالعزیزؒ ۲۔ شاہ رفیع اللہؒ ۳۔ شاہ عبدالقادرؒ ۴۔ شاہ عبدالغنی روالد شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ)

ان بزرگوں نے اسلام اور ملت اسلامیہ کی گراں قدر خدمات انجام دیں۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔ مغلیہ سلطنت کی مرکزی کمزوری کی وجہ سے بہت سی اسلام دشمن جماعتیں سیاسی روپ میں ابھر آئی تھیں۔ جنہوں نے حکومت وقت کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ ان میں سے ایک سکھوں کا گروہ تھا۔ یہ لوگ پنجاب میں برسرِ اقتدار آگئے۔ سکھ راج نے مسلمانوں پر ایسے مظالم ڈھائے کہ امن پسند مسلمانوں کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ مساجد میں اذانوں کی ممانعت کر دی گئی۔ شاہی مسجد لاہور کو بطور اصطبل استعمال کیا گیا۔ غرضیکہ مسلمانانِ پنجاب پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا۔ وہ اتنے بے بس اور بے حس ہو گئے کہ زبان سے ایک لفظ بھی حکومت کے خلاف نکال نہیں سکتے تھے۔

شمالی ہندوستان جہاں مسلمان سکھوں کی جارحیت و عصبیت سے مضطرب و پریشان تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے پوتے حضرت اسمٰعیل شہیدؒ دہلی سے اور سید احمد شہیدؒ بریلی (یوپی) والہانہ جذبہ جہاد کے ساتھ پنجاب میں اپنے مظلوم بھائیوں کی امداد کے لئے میدانِ جہاد میں کود پڑے۔

بالاکوٹ (صوبہ سرحد) کے مقام پر سکھوں اور مجاہدین اسلام کے درمیان زبردست معرکہ ہوا۔ مجاہدین اسلام بڑی بے جگری اور جذبہ ایمانی سے لڑے۔ ان کی کامیابی بالکل روشن تھی۔ لیکن ایک منافق گروہ نے مجاہدین کو دھوکا دیا اور غداری کر کے لالچ کی وجہ سے دشمن سے جا ملا۔ حضرت اسمٰعیل شہیدؒ اور سید احمد شہیدؒ دیگر مجاہدین کے ساتھ شہید ہو گئے۔ اول الذکر کا مزار ایک پہاڑی پر ہے جب کہ ثانی الذکر اس کے قریب دریائے کنار کے بائیں جانب میدان میں ابدی نیند سو رہے ہیں۔ نیازمند کو بھی ان مزارات کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ سچ ہے۔ زبانِ حال سے گویا ہیں کہ

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

راقم الحروف جیسے ہیچ مداں کے لئے ایک ایسی جلیل القدر شخصیت یعنی حضرت شاہ ولی اللہؒ کی زندگی پر خامہ فرسائی کرنا آسان نہیں۔ لیکن اپنی بساط کے مطابق اظہار جذبات کرنا اپنا فرض منصبی سمجھتا ہوں۔

بین الاقوامی شاہکار | ہندوستان میں ایک طرف تو سکھوں کی یلغار تھی اور دوسری طرف برہمنوں کا

میں بے پناہ امنڈ رہا تھا۔ اور اہل اسلام ان کے مقابلہ میں بے یار و مددگار تھے۔ لیکن جب غازیان اسلام اور مردان کار کی یہ جمعیت جو دینی جذبہ و ایثار سے تیار ہوئی تھی میدان کارزار میں داخل ہوئی۔ تو تائید ایزدی سے ایک عظیم انقلاب برپا ہو گیا۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے مرہٹوں کی کمر توڑنے کا عہد کر لیا تھا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے انہوں نے احمد شاہ ابدالی کو چُنا۔ اور مرہٹوں کی سرکوبی کا کام ان کے سپرد کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۷۶۱ء میں پانی پت کے میدان میں مرہٹوں اور احمد شاہ ابدالی کے درمیان گھمسان کا رن پڑا۔ (پانی پت کی تیسری لڑائی) ابدالی اس مجاہدانہ انداز اور بے جگری کے ساتھ دشمنوں کی صفوں میں گھسا کہ مرہٹوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ وہ حملہ کی تاب نہ لا سکے اور عبرت ناک شکست کی ذلت سے دوچار ہونا پڑا۔

اگر احمد شاہ ابدالی کا یہ جہاد عظیم ہندوستان میں کامیاب نہ ہوتا تو مسلمانانِ ہند کی وہی حالت ہوتی جو عیسائیوں نے مسلمانوں کے ساتھ اندلس (اسپین) میں کیا۔ یعنی مسلمانوں کی اس ملک میں بالکل نسل کشی ہو گئی۔

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ملک یمن میں ایک بزرگ سے ملے۔ بزرگ نے مولانا سے معلوم کیا۔ "آپ کس کے شاگرد ہیں" انہوں نے اپنا سلسلہ تلمذ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ ابن شاہ ولی اللہؒ دہلویؒ تک بیان کیا۔ تو وہ بزرگ بولے ہاں میں جانتا ہوں میرے نزدیک شاہ ولی اللہؒ گویا شجر طوبیٰ ہیں جس طرح جہاں جہاں طوبیٰ کی شاخیں ہیں وہاں جنت ہے اور جہاں آپ کی شاخیں نہیں وہاں جنت نہیں ہے۔ اسی طرح جہاں شاہ ولی اللہؒ کا سلسلہ ہے وہاں جنت ہے اور جہاں ان کا سلسلہ نہیں جنت نہیں ہے۔ (ماخوذ از حجۃ اللہ البالغہ)۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ کی ذہانت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ آپ کے استاد ابو طاہر مدنیؒ مجددی جیسے معروف محدث کہا کرتے تھے کہ شاہ ولی اللہؒ نے حدیث کے الفاظ مجھ سے سیکھے تھے۔ لیکن حدیث کے معانی و مطالب میں اُن سے سیکھتا تھا — راقم الحروف کے بھائی الحاج مولانا مفتی نسیم احمد فریدی امروہہ ضلع مراد آباد (ہند) حضرت شاہ صاحبؒ کی حیات طیبہ پر ایک جامع کتاب تحریر کر رہے ہیں جو تکمیل کے بعد شائقین کے مطالعہ کے لئے پیش کی جائے گی۔ اس سے قبل میرے بھانجے پروفیسر خلیق احمد نظامی سربراہ شعبۂ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے بعنوان "سیاسی مکتوبات" حضرت شاہ ولی اللہؒ ایک قابل مطالعہ کتاب لکھی ہے۔ شاہ صاحب کو ڈھائی سو سال گذرنے کے باوجود آج بھی ہماری ذہنی و فکری دنیا میں وہ مقام حاصل ہے جو برصغیر کے کسی اور عالم کو حاصل نہیں۔

وفات شاہ صاحب نے حج بیت اللہ و زیارت حرمین شریفین سے واپس آ کر دہلی میں تدریس و تبلیغ اصلاح و تزکیہ کے فرائض انجام دیئے اور کم و بیش نہائی صدی تک دریائے فیض جاری رہا۔

۲۹ محرم الحرام ۱۱۷۶ھ مطابق ۱۷۶۲ء انتقال فرمایا۔ دہلی میں مہندیوں کے قبرستان میں مدفون ہیں ع

خدا رحمت کند ایں رہنمائے پاک طینت را

بحث و نظر

افکار و اخبار

- فرعون کی لاش۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب۔ فرانس
- امام ابوحنیفہؒ افغانی النسل تھے۔ ڈاکٹر ابوالفضل
- مولانا علی میاں مدظلہٗ کا گرامی نامہ

اس کالم میں بحث و تحقیق کے نئے گوشوں کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔ تاکہ کسی موضوع کے ہر پہلو پر اہل قلم کے آراء سامنے آسکیں۔ ادارہ کا کسی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ فرعون کی لاش، امام اعظم ابوحنیفہؒ کے افغانی ہونے کے موضوعات بھی اسی قبیل کے ہیں۔ اختلافی مسائل کو بھی بخوشی شائع کر دیا جاتا ہے۔ (س)

فرعون کی غرقابی کا مسئلہ اور ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کا تازہ مکتوب

پاریس، ۱۰ ذی القعدہ ۱۴۰۲ھ

استاذ محترم مدفیضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

ایک سفر سے چند دن ہوئے واپس آیا۔ ایک اور ترہیب میں پیش نظر ہے۔ واللہ علی ما یشاء قدیر۔

آپ کی دو نوازشوں کا جواب ذمے ہے۔ تعویق پر معذرت خواہ ہوں۔ الاول فالاول۔

۱۔ آپ نے امام محمدؒ کے متعلق وہاں کے ناقد کے بیانات کی جواب دہی چاہی تھی۔ کاش آپ تحریر فرماتے کہ ناقد موصوف کا مضمون کہاں چھپا ہے۔ تاکہ کسی اور دوست کو لکھ کر اس کا نقل یا فوٹو کاپی ہو سکتا۔ ایک بات صحیح ہے اور مجھے اپنی غلطی کا اعتراف ہے۔ وہ یہ کہ امام ابوحنیفہؒ نے تدوین فقہ کی جو انجمن سی بنائی تھی اس میں امام محمدؒ کا زیادہ حصہ نہیں ہونا چاہئے۔ اس کے سکریٹری امام ابویوسفؒ تھے۔ ممکن ہے امام محمدؒ نے معمولی کاتب یا نقل نویس کا یا کوئی اور اسی طرح کا علمی کام اس میں انجام دیا ہو کیونکہ ابھی وہ کم عمر تھے۔ لیکن دیگر بیانات کی دلیلیں پڑھے بغیر کچھ رائے زنی نہیں ہوگی۔

۲۔ الحق (رمضان، شوال ۱۴۰۲ھ) ابھی ابھی آیا ہے۔ اس کے صفحہ ۵۵، ۵۶ پر اس ناچیز کا بھی ذکر معلوم ہوتا ہے "ڈاکٹر عبدالروف"[1] معلوم نہیں زیدؔ صاحب کے قلم سے نکلا ہے یا آپ کے کاتب کی غلطی ہے۔ بہرحال عرض ہے کہ قرآن مجید کا یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کا انکار بالکل نہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ واقعہ کہاں پیش

---

[1] اس سہو کتابت پر معذرت خواہ ہیں

آیا؟ زیڈ صاحب کا "دریا" آیا دریائے نیل ہے، یا بحر قلزم (بحر احمر)؟ دریائے نیل بھی اپنے دہانے کے پاس بہت چوڑا اور گہرا ہے۔ براہ کرم زیڈ صاحب بھی قرآن، حدیث یا کسی اور مستند چیز کا حوالہ دیں کہ "لاش دریانے خود اس کے بعد کہیں ساحل پر پھینک دی"۔ یہ بیان کہ "مسلمہ امر یہ ہے"، دعویٰ ہے اور ہر دعویٰ ثبوت چاہتا ہے۔ میں نے جو گمان ظاہر کیا ہے وہ انسانی فطرت کے تقاضے پر مبنی ہے۔ میرا آپ کا بچہ یا رشتہ ڈوب جائے تو ہم کیا کریں گے؟ ہمراہ غوطہ خور موجود ہو، یا تیرنا جاننے والے ساتھ ہوں تو کیا وہ غوطہ لگا کر ڈوبے ہوئے شخص کو نہیں نکالیں گے؟ دنیا عالم اسباب ہے۔ خدا اسباب پیدا کرتا ہے۔ ماخذ معلومات میں سکوت ہو تو تصور یہ ہوگا کہ عالم فطرت کے مطابق بات ہوئی ہوگی۔

مزید برآں یہ نہ بھولئے کہ سورہ طٰہٰ میں حضرت موسیٰؑ کو ان کی ماں "یم" میں ڈالتی ہے تو فرعون بھی "یم" ہی میں غرق کیا جاتا ہے۔ اس سے میرے گمان کو تقویت ہوتی ہے۔ کہ دونوں جگہ دریائے نیل مراد ہے۔ واللہ اعلم بالصواب ناچیز محمد حمید اللہ ــــ پاریس فرانس

کیا امام ابوحنیفہ افغانی النسل تھے؟

ماہنامہ الحق جلد ۱۷ شمارہ ۶ جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ مطابق اپریل ۱۹۸۲ء عنوان "افکار و تاثرات" کے ذیل میں صہ ۵۴، ۵۵ پر جناب خانباز ملک علوی صاحب میرے ایک سابقہ مضمون زیر عنوان "ملت افغان......." (الحق۔ صفر المظفر ۱۴۰۲ھ) کے شق صہ ۴۲ پر معترض ہو کر فرماتے ہیں کہ

"موصوف کے اس دعویٰ کا تاریخی حقائق سے کوئی تعلق نہیں"۔

ملک صاحب کا مطلب یہ ہے کہ میں نے جو امام ابوحنیفہؒ کے افغانی ہونے کا دعویٰ کیا تھا وہ باطل ہے۔ موصوف کے نزدیک وہ فارسی ہیں۔

چونکہ الحق کا یہ کالم (افکار و اخبار) بہت محدود ہے اس لئے میں اپنے دعویٰ کے ثبوت میں مختصر بحث اکتفا کروں گا۔

امام ہمامؒ اور ملت افغان میں قدر مشترک ۱۔ بمصداق الجنسُ یمیلُ الی جنسہٖ اکثر افغانوں نے امامؒ کی فقہ بتہہ دل سے قبول کی ہے۔ فارسیوں نے اس کے مشن کو رد کیا ہے۔ عربوں نے کما حقہٗ اس کے مسلک کو اختیار نہیں بلکہ مالکی، شافعی اور حنبلی مسالک کی طرف زیادہ راغب ہوئے۔

۲۔ افغانوں کے ہاں ایک قانون ہے جس کو وہ اپنی اصطلاح میں پختنو (پشتو) یہ قبل از اسلام سے لے کر آج موجود ہے۔ قرآن و سنت کے علاوہ وہ اپنے بزرگوں میں اس قانون کے مطابق مقدمات طے کرتے ہیں۔

امام ہمام چونکہ افغانی ذہن کے مالک تھے اس لئے اس کی فقہ اور "پختو" میں ہم آہنگی پائی جاتی ہے اس لئے افغانوں نے اس کو اپنا سمجھ کر اپنا لیا۔

۳- افغان اتنے خود دار اور مصمم ارادے کے مالک ہوتے ہیں کہ وہ کسی ظالم جابر کے سامنے جھکتے نہیں۔ امام صاحب نے حاکم وقت کی پیش کش ٹھکرائی حتی کہ قید میں جان دے دی لیکن قسم کھا کر قضا کا عہدہ قبول نہیں کیا۔

۴- ہمارے ملک میں کئی قومیں مہاجرین کر تشریف لائی ہیں۔ مگر آج کل کے افغانی مہاجر اس گرانی کے دور میں بڑی مشکل زندگی گذارتے ہیں۔ اپنے ہاتھ کی کمائی پر گذر کرتے ہیں کسی کے سامنے ہجرت کے نام پر سوال نہیں کرتے۔

یہی معاملہ امام الاعظم کا تھا۔ درس و تدریس اور تدوین فقہ سے انہیں کہاں فرصت تھی۔ ایسے علماء ہمیشہ امراء و حکمار کے دروازے کھٹکھٹاتے ہیں۔ لیکن امام صاحب نے تجارت اختیار کی خوب کمایا۔ خود کھایا۔ طلبہ۔ مدرسین اور محتاجوں کو کھلایا اور دولت کے بل بوتے پر حاکم وقت کے ساتھ ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

۵- احمد ابدالی جو افغانی تھے۔ ابتدا میں قوم کی طرف بادشاہی کا عہدہ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ لیکن مرشد کے اصرار پر جب قبول کیا تو اس کا حق بھی ادا کیا۔ افغانی عہدے کے بھوکے نہیں ہوتے۔

۶- فرید خان، شیر شاہ سوری افغانی (فتحان) کون نہیں جانتا اس نے تقریباً چار سال کے دوران حکومت میں ہند کو ایسا نظام دیا جو آج تک کوئی حکمران اس کا بدیل ہند کو نہ دے سکا۔ چونکہ خود بڑا عالم دین اور مذہب حنفی کے مقلد تھے اس لئے امام صاحب کے وضع کردہ فقہ، قانون کو قلیل عرصہ میں نافذ کر کے دکھایا۔

مذکورہ سطور بطور نمونہ پیش کیں تاکہ قارئین کو امامی اور افغانی افکار کی مماثلت و مشاکلت کا پتہ چلے۔

اب تاریخی حقائق کی روشنی میں ثابت کرتے ہیں کہ امام صاحب افغانی النسل ہیں:-

۱- عن عمر بن حماد بن ابی حنیفۃ قال: ابو حنیفۃ، النعمان بن ثابت بن زوطی، فاما زوطی فانہ من اھل کابل وُولد ثابت علی الاسلام۔ وکان زوطی مملوکاً لبنی تیم اللہ بن ثعلبۃ فاعتق، فولاؤہ، لبنی تیم اللہ بن ثعلبۃ ثم لبنی قفل ......

ترجمہ- عمر بن حماد بن ابی حنیفہ فرماتے ہیں:-

ابو حنیفہ (یعنی) نعمان بن ثابت بن زوطی، بہرحال زوطی کابل سے تھے اور ثابت حالت اسلام میں پیدا ہوتے زوطی بنی تیم اللہ بن ثعلبہ کے غلام تھے۔ ان کو آزاد کر دئے گئے۔ پھر تیم اللہ بن ثعلبہ نے ان کو اپنا حلیف بنایا پھر بنی قفل نے...... (تاریخ بغداد مؤلفہ تاریخ بغدادی جلد ۱۳ ص ۳۲۴، ۳۲۵- طبع بیروت)

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس روایت کا آخری راوی کون ہے؟ حماد بن ابی حنیفہ ہے یہ صاحب کون

ہے ؟ صاف ظاہر ہے کہ امام ابو حنیفہ کا اکلوتا بیٹا ہے۔ اس کا ثبوت کہاں ؟ ثبوت کے لئے سیرت نعمان مؤلفہ شبلی نعمانی ص ۹ ، طبع لاہور ۔ اور ائمہ اربع مولفہ رئیس احمد جعفری ص ۱۸ طبع لاہور ۱۹۶۸ء ملاحظہ ہو۔

یہ تو ہوئی امام صاحب کے بیٹے کی روایت اب اس کے پوتے کی روایت سنو۔ جس پر میرے معترض جانباز صاحب نے بھی زور دیا ہے۔

" میں اسمٰعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن مرزبان ہوں۔ ہم لوگ نسل فارس سے ہیں۔ اور کبھی کسی کی غلامی میں نہیں آئے۔ ہمارا دادا ابو حنیفہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے ۔ ثابت بچپن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے انہوں نے ان کے خاندان کے حق میں دعائے خیر کی تھی۔ ہم کو امید ہے کہ وہ دعا بے اثر نہیں رہی۔

" (تاریخ بغداد للخطیب جلد ۱۳ ص ۳۲۶)

۱۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ شبلی نعمانی صاحب نے امام صاحب کے بیٹے کی روایت رد کر کے پوتے کی روایت قبول کی۔ حالاں کہ مقولہ مشہور ہے الفضل للمتقدم (فضیلت مقدم کی ہوتی ہے) اس لئے کہ شبلی صاحب خود نعمانی تھے اور وہ افغانی ہونا پسند نہیں کرتے تھے۔ کیوں ؟ کیونکہ انگریزوں نے افغانوں کے خلاف کئی جنگیں لڑیں مگر کامیاب نہ ہوئے۔ تب انہوں نے افغانوں کے خلاف ذلت آمیز پروپیگنڈہ شروع کیا۔ انگریزوں کے بقول " خونخوار قوم " ہیں میں امام صاحب کو شامل کرنا شبلی صاحب نے مناسب نہ سمجھا حالاں کہ یہ قوم تاریخ کی غیرت مند قوم ہے۔

۲۔ اسلام سے پہلے سارا عراق پارسیوں کی تسلط میں تھا۔ اور اسلام کے بعد بھی ان کا اثر رسوخ رہا۔ اس لئے ان کی شر سے بچنے کے لئے امام صاحب کے پوتے نے مذکورہ اعلان کیا کہ ہم فارسی ہیں۔ ہمیں حضرت علیؓ سے عقیدت ہے اور ہمارا دادا ۸۰ھ میں پیدا ہوا۔ یہ فقرہ اس روایت کا رد ہے جس میں کہا گیا ہے کہ امام صاحب نصرانی پیدا ہوئے تھے۔

پوتے کے بیان سے پہلے وہ مجہول النسل نہیں تھے۔ حالات کا تقاضا تھا کہ اکثریت پارٹی کی شر سے بچنے کے لئے اس قسم کا بیان دے دیں۔ کیونکہ ابتداء سے بعض لوگ امام صاحب کی عقلی بصارت و فراست سے جل بھننے لگے اور مخالفت پر تل گئے۔ جوں جوں آپ کی شہرت بڑھتی گئی۔ مخالفت نقطہ عروج پہ پہنچ گئی ۔ اور پوتے کے زمانے تک یہ مخالفت شدت تک پہنچی ہوگی (واللہ اعلم)

قارئین کی مزید تسلی کے لئے مزید دو تاریخی حقائق پیش کر کے بحث کا باب بند کرتا ہوں۔

۱۔ دائرۃ معارف اسلامیہ جلد ۱ جامعہ پنجاب ۔ ترجمہ ابو حنیفہ کے ذیل میں اس قسم کی عبارت لکھی گئی ہے۔

" ان کے دادا جن کا اسلامی نام غالباً نعمان تھا کابل کے رہنے والے تھے۔۔۔ خطیب بغدادی نے شمارہ ۲۱۰۷ میں علاوہ کابل ، بابل ، انبار ، ترمذ اور نسار (نسا) کے نسبتی بھی درج کیا ہے۔

۲۔ دمشق یونیورسٹی کے اکاڈیمی آف عربی زبان کے عضو ڈاکٹر کارل شتنوز مشہور مستشرق اپنے مقالہ " اللغۃ العربیۃ فی افغانستان" میں یوں رقم طراز ہیں :۔

د ابو حنیفہ، النعمان بن ثابت مؤسس المذہب الحنفی کان من الاصل الافغان لان جدہ اُسِّرَ عند فتح مدینۃ کابل و دخل الی الکوفۃ ۔ اور ابوحنیفہ نعمان بن ثابت جو حنفی مذہب کے بانی ہیں افغانی نسل تھے ان کا دادا کابل شہر کے فتح کے وقت گرفتار کر کے کوفے میں داخل کر دئے گئے (ملاحظہ ہو مجلہ مجمع العلمی العربی بدمشق جلد ۳۰ جز ۳ ص ۳۶۷ جنوری ۱۹۵۵ء) ایک مستشرق کو امام صاحب فارسی ہونے یا نہ ہونے میں کیا دلچسپی تھی لیکن وہ محقق ہے اور حق بات لکھ دی۔

جب میں بغداد میں قیام پذیر تھا تو وہاں کے جید علما سے میں نے سنا تھا کہ امام صاحب کے اجداد کابلی تھے — آخر میں راقم معترض جانباز کی جانبازی کا نہایت شاکر ہے جس نے اسے مزید ورق گردانی کا موقع فراہم کیا ۔ (ڈاکٹر ابو الفضل بخت رواں پشاور یونیورسٹی)

مولانا علی میاں مدظلہ کا نامہ تہنیت | محب گرامی منزلت زیدت مآثرہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ،

امید ہے کہ مزاج بخیر ہو گا۔ میں ڈیڑھ مہینے حجاز رہا۔ وہاں سے واپس آیا تو اندرون ملک مختلف سفروں پر رہا۔ عرصہ کے بعد رائے بریلی آیا تو الحق کا ایک پرانا پرچہ ستمبر کا رکھا ہوا ملا۔ اس میں ص۵۱ پر صدارتی ایوارڈ اور پیغامات تہنیت والا مضمون نظر پڑا۔ اس سے یہ معلوم کر کے بڑی مسرت ہوئی کہ آپ کے والد ماجد اور ہمارے مخدوم و محترم حضرت مولانا عبدالحق صاحب زید مجدہ کو صدارتی ایوارڈ دے کر حکومت پاکستان نے خود اعزاز حاصل کیا۔ اگرچہ بہت تاخیر ہو گئی ہے لیکن طبیعت نہ مانی کہ میں اس پر مخلصانہ تہنیت نہ پیش کروں۔ اگرچہ اس تہنیت کے اصل مستحق صحیح انتخاب کرنے والے ہیں۔ لیکن بہرحال اس سے قلبی مسرت حاصل ہوئی۔

آپ اور دار العلوم حقانیہ کے سارے کارکن منتسبین اور مولانا کے معتقدین و مخلصین میری طرف سے تہنیت قبول فرمائیں مولانا کی خدمت میں میرا سلام محبت و عقیدت پیش کر دیں۔ عرصہ سے آپ کا کوئی مکتوب نہیں ملا۔ خدا کرے آپ ہر طرح بعافیت ہوں، اپنی نگارشات بھیجتا رہتا ہوں خدا کرے پہنچتی ہوں۔ والسلام مخلص (مولانا) ابو الحسن علی (مدظلہ)

مصنف تفسیر یسیر کا مجموعہ خطبات | ہمارے جد امجد مولانا عبداللطیف صاحب کی شہرۂ آفاق تفسیر "تفسیر یسیر" کے نام سے پشتو زبان میں شائع ہو چکی ہے۔ مگر ان کا مجموعہ خطبات (سال بھر کے خطبات) ہمارے پاس غیر مطبوعہ شکل میں موجود ہے۔ کیا آپ کا ادارہ موتمر المصنفین اسے ترتیب و نظر ثانی کے بعد شائع کر سکتا ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ تفسیر کے ساتھ ساتھ ہمارے جد امجد کا یہ صدقہ جاریہ بھی جاری رہے۔

محمد طاہر شاہ۔ گاؤں نصرت۔ ڈاک خانہ دیو لئی۔ ضلع سوات

الحق :۔ موتمر کو حالاً دیگر امور کی وجہ سے یہ اہم خدمت انجام دینی مشکل ہے۔ جو حضرات اس اہم دینی مسودہ کو شائع

کرنا چاہیں مراسلہ نگار سے رابطہ قائم کریں۔

قادیان سے اسرائیل تک آپ کی شائع کردہ یہ کتاب قادیانیوں پر ایٹم بم کی حیثیت رکھتی ہے۔ اگر آپ اسے صدیقی ٹرسٹ نسیم پلازا کراچی کو دے دیں اور وہ اسے اپنے طور پر شائع کر کے مفت تقسیم کر سکیں تو بہت مفید رہے گا۔

مہر حسین بخاری۔ بیت التوحید۔ کامرہ کلاں۔ ضلع اٹک

★ **الحق** :- صدیقی ٹرسٹ کی خدمات نہایت قابل تحسین ہیں۔ اگر وہ یا کوئی بھی ادارہ اس کتاب کو مؤتمر دار المصنفین کے ذکر کے ساتھ اپنے ادارہ کی طرف سے شائع کر سکے تو سر آنکھوں پر، مؤتمر کا مقصد تبلیغ و اشاعت ہے نہ کہ کوئی تجارت یا کاروبار۔

وفاقی شوریٰ میں شامل علماء کرام کے نام کسی کتاب میں ذیل کے دو شعر دیکھے آپ اور آپ جیسے چند جید علماء کے شوریٰ میں پہنچنے پر جمہوریت کے پجاریوں نے جو بے جا طومار کھڑا کر دیا ہے اس کی وجہ سے دل چاہتا ہے کہ یہ رباعی شاعر سے مستعار لے کر آپ کی نذر کر دوں۔ بلکہ الحق کی وساطت سے شوریٰ میں نامزد ہونے والے تمام علمائے کرام کی خدمت میں پیش کر دوں ؎

حُسنِ حق کہنے میں ہے حسنِ بیاں ہو یا نہ ہو　　حق کو پوشیدہ نہ رکھ تیرا زباں ہو یا نہ ہو

اس طرف چل جس طرف ہو راہنما تیرا ضمیر　　بیشک اس رہ میں ہجوم رہرواں ہو یا نہ ہو

بالخصوص آپ کی شورائی مصروفیات تو بے حد باعث مسرت ہیں بجٹ کی تقریر نہایت دلچسپ اور تاریخی ہے حضرت شیخ مدظلہ کے بارہ میں بندہ کی مدحیہ کلام میں سے ایک شعر آپ کے لئے مستعار لیتا ہوں ؎

سمیع الحق تو اب تلک تھا منبر و محراب میں　　اب گرج ہو گی تیری آئین کے ابواب میں

قاضی عبدالحلیم مدرسہ نجم المدارس کلاچی۔ ڈیرہ اسماعیل خان

تحفۂ دعا و تبریک

مژدۂ خوش باد صبا آورد　　کہ بر بود از دل افکار گرد

محترمی عزیزی حق شنوا اندرہ　　بہ نکتہائے دین نبیؐ درشدہ

یافت بر حسودان دین سبق　　پرواز یافت باطل، آمد حق

در کونسل ہائے مشورہ شد ممبر　　دار و یزدان او را بر ہمہ بر (آمین)

این عہدۂ عمدہ بر ہمہ احبابؒ[1]　　خصوصاً بر آفتابؒ[2] عالمتاب

---

[1] استاذان و طلبہ و فاضلان حقانیہ و وفاداران جمعیۃ علماء اسلام [2] شیخ الحدیث دار العلوم حقانیہ مدظلہ اللہ تعالیٰ ظلہ العالی

میمون و ہمایون و خجستہ مبارک باد بحرمت النبیؐ و آلہ الامجاد

ازطرف خاکروب دارالعلوم حقانیہ مولانا قاضی محمد علی موضع سروڑی ضلع دیر

وفاقی مجلس شوریٰ میں تقریر | آپ کی تقریر جو آپ نے قانون شفعہ پر کی تھی۔ آپ نے دلائل عقلی و نقلی سے ثابت کیا۔ یہاں الحق کے پڑھنے والوں نے بہت ہی پسند کیا۔ ہم سب دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہر میدان میں سربلند اور ارفع رکھے۔ آمین ثم آمین۔ اور ایزد تعالیٰ آپ کے سینے کو علم سے بھرپور رکھے۔ تاکہ ہر باطل کے مقابلہ میں آپ کے پاس دلائل کا انبار ہو۔ تاکہ اہل باطل کو اچھی طرح شکست دے سکیں۔ بہت لوگوں کی توقعات آپ سے وابستہ ہیں اور انشاء اللہ آپ کو ہر مقام پر کامیابی ہوگی۔

مولانا عین الدین حقانی مدرس دارالعلوم ٹل ضلع کوہاٹ

بقیہ از ص ۲۷

شہادت ایکٹ کی دفعہ ۱۱۲ قانون کے انگریزی اصول پر مشتمل ہے۔ اور یہ نہیں سمجھا جاسکتا کہ وہ اپنے اطلاق سے محمڈن لاء کے قاعدے کو بدل سکتی ہے۔ یا اس پر غالب آسکتی ہے۔ (امیر علی، محمڈن لاء، لاہور۔ چھٹا ایڈیشن ۱۹۶۵ء، ص ۱۷۹)

راقم الحروف کی یہ پختہ رائے ہے کہ صحیح النسبی کا سوال شادی اور وراثت سے بڑا قریبی اور براہ راست تعلق رکھتا ہے۔ مزید برآں ایسے معاملات کے محتاط تجربے سے جو بچے کی صحیح النسبی سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ ظاہر ہو گا کہ زیر نزاع معاملے کا انحصار لازمی طور پر یا تو والدین کی شادی کے جواز پر ہے یا اس حقیقت کے ثبوت پر کہ بچہ کا استقرار حمل اور پیدائش رشتہ ازدواج کی بقا کے دوران میں ہوئی۔ مزید براں اس امر کی بھی کوئی جائز وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ حمل اور صحیح النسبی کے قواعد پر مستقل مسلم قانون کا اطلاق کیوں نہ ہو۔ خصوصاً جب کہ اقرار کا نظریہ، جو صحیح النسبی کے اسلامی قانون کا حصہ ہے۔ برصغیر پاکستان و ہند کی عدالتوں نے تسلیم کر لیا ہو۔

لہٰذا شہادت ایکٹ ۱۸۷۲ء کی دفعہ ۱۱۲ کے قانونی اہتمامات کا اطلاق ان مقدمات پر نہیں ہونا چاہئے جن میں دونوں فریق مسلمان ہوں یا بچے کا باپ مسلمان ہو۔

مولانا قاری عبداللہ بنوی ۔ شریک دورہ حدیث

دارالحدیث دارالعلوم حقانیہ

شیخ الحدیث مدظلہ کے درس کا آنکھوں دیکھا حال

استخارہ کرنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستان میں اللہ کے فضل وکرم سے بڑے بڑے دینی مدارس قائم ہوچکے ہیں تقریباً پاکستان کی صوبائی سطح پر ہر ضلع میں دورۂ حدیث ہے۔ میں نے استخارہ کیا کہ دورۂ حدیث کے لئے کونسی جگہ مناسب ہے۔ ایک دن خواب میں دارالعلوم حقانیہ کے بانی و شیخ الحدیث العارف باللہ المجاہد فی سبیل اللہ المؤید من اللہ انوار مدنی کے مظہر استاذ المکرم حضرت مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم کے سامنے نسائی شریف شروع کی۔ اس کے بعد دارالعلوم میں داخلہ لیا۔ کسی بڑی شخصیت کے مناقب لکھنے کے لئے بڑا ہونا ضروری نہیں ہے
۲۳ شوال ۱۴۰۰ھ کو حضرت اقدس نے درس کا افتتاح فرمایا۔

سب سے پہلے امام انقلاب سید مدنی رحمہ اللہ والا خطبہ تلاوت فرمایا۔ اس کے بعد ترمذی شریف کی سند بیان فرمائی حضرت کا درس کیا ہے۔ اس کے بارے میں کچھ کہنا انداز بیان سے باہر ہے۔ حضرت کے دورۂ حدیث کی بہار دنیا نے دیکھی اس کا اندازہ وہ لگا سکتے ہیں جن کی پوری نظر شروحات حدیث پر مرکوز ہو۔ خاص کر درس حدیث میں مشکل کام تطبیق حدیث ائمہ کا اختلاف، ترجیح مذہب، جرح وتعدیل، لغات حدیث، مشکل سے مشکل جگہ جہاں حدیث میں آجاتی ہے۔ یہ اللہ کا بندہ یونہی بیان کرتا ہے۔ جیسا کہ شروحات حدیث سامنے پڑی ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت کئی سال سے مطالعہ کرنے سے قاصر ہیں۔

مورخین لکھتے ہیں: "آج کل جو کچھ کتابی شکل میں نظر آرہا ہے۔ پہلے یہ سارا سینوں میں محفوظ تھا۔ اس لئے مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی "ابن ماجہ اور علم حدیث" میں لکھتے ہیں،" نظر کو بلند تر کیجئے جس امت نے حفاظ حدیث کے حالات کو اس طرح محفوظ کیا ہو۔ اس نے خود حدیث کے حفظ اور اس کی یادداشت میں کیا کچھ اہتمام نہ کیا ہوگا۔ آج جب کہ موجودہ نسل نے اپنی قوت حافظہ کو معطل کرکے اسے بیکار اور مضمحل بنادیا ہے اور مطابع کے عام وجود میں

آجانے کے باعث جو علم کہ اگلے علمار کے دماغوں میں تھا وہ ہمارے کتب خانوں میں منتقل ہو چکا ہے۔ حفظ حدیث کے
واقعات کو کتنا ہی تعجب اور حیرت کی نظر سے کیوں نہ دیکھا جائے۔ مگر حقیقت بہرحال حقیقت ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا
جب علم سینہ بہ از علم سفینہ پر صحیح معنوں میں عمل درآمد تھا۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

اذا لم تری الهلال فسلّم لاناس رواہ بالابصار

چنانچہ محدث شہیر عارف کبیر شیخ ابن ابی جمرہؒ نے منتخب بخاری پر جو شرح بہجۃ النفوس کے نام سے لکھی
اس کے صفحہ ۲۵ تا ۴۲ میں جو بحث ہے وہ دیکھنے کے قابل ہے۔

غالباً عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جہاں صالحین کا ذکر ہوتا ہے۔ وہاں پر اللہ کی رحمت نازل
ہے۔ ان شاء اللہ العزیز ہمارے حضرت ایسے ہی لوگوں میں ہیں۔ جن کے ذکر میں خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے۔
حقیقت سے انکار مشکل ہے کہ جس قدر عظیم الشان کارنامے کسی شخصیت سے ظہور میں آئیں گے اسی قدر وہ
بیں ممتاز، موقر اور معظم ہوگا۔ اور اس کی یاد استفادہ کرنے والوں کے دلوں میں باقی رہے گی۔

امام ابوحنیفہؒ، امام بخاریؒ، امام رازیؒ، امام غزالیؒ، ابن عربیؒ، ابن خلدونؒ، مجدد الف ثانیؒ، شاہ ولی اللہ
شاہ عبدالعزیز اور مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے نام اپنے مقدس اور اعلیٰ نصب العین کارہائے
اور باقیات صالحات کی وجہ سے آج تک تاریخ کے اوراق میں سنہری الفاظ سے لکھے ہوئے ہیں۔ آخری دور میں
اس سے پہلے علماء ربانی میں مولانا سید احمد شہید، شیخ الہند مولانا محمود الحسن، مولانا اشرف علی صاحب تھانوی،
حضرت کشمیری صاحب، مولانا عبیداللہ سندھی جنگ آزادی کا آفتاب مولانا حسین احمد مدنی، حضرت لاہوری
سید الملت سلیمان ندوی اپنے چمنستان علم و فضل میں گلہائے رنگا رنگ کے ایسی بہاریں چھوڑی ہیں جن سے تا
مسلمانانِ عالم کے دل و دماغ معطر رہیں گے۔

ان باقیات صالحات کے برعکس کتنے ہی دیدہ ور علماء اس دنیا میں آئے ہیں جن کے کارہائے نمایاں کی یادگا
کسی تاریخ میں درج ہیں اور نہ کسی تصنیف کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ اور وہ گم نامی کے گوشوں
بے نام و نشان ہو کر رہ گئے ہیں۔ اس لئے بقائے دوام کے لئے یہ ناگزیر ہے۔ کہ کسی باعظمت شخصیت کے لئے اس
یادگاریں باقی ہوں۔ تاکہ آئندہ نسلیں اپنی ان باعظمت شخصیتوں سے واقف اور ان کی تعلیمات اپنے اخلاف کے لئے
راہ ہوں۔ حقیقت یہ ہے۔ حضرت سب کچھ ہونے کے باوجود اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھتے۔ اور یہی چیز حضرت کو حضرت
مدنی رحمہ اللہ کی نسبت سے ملی ہے۔ حضرت مدنی کے بارے میں اس وقت عالم اسلام میں علم اور روحانیت کے
مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ انسان کے اندر دو چیزیں ایسی ہیں جو بہت مجاہدہ اور محنت سے
نکلتی ہیں۔ آج کل دنیا میں سارا چکر اسی بات پر ہو رہا ہے۔ اچھے اچھے لوگ اس بلا میں مبتلا ہیں۔ وہ ہے حب جاہ

رحضرت مدنی میں ابتداء سے یہ باتیں نہیں تھیں۔ یہی ہمارے حضرت کا حال ہے۔ اسی خلوص کی وجہ سے آج دارالعلوم حقانیہ
نگل میں منگل بنا ہوا ہے۔ جس کے بارے میں صوبہ سرحد کے شاہ ولی اللہ عارف باللہ حضرت غور غشتوی نے فرمایا تھا
یرے بعد میری دعاؤں کی تعبیر) یہ بہت بڑے ولی اللہ کی شہادت ہے جو حضرت کے دل کی گہرائیوں سے نکلا ہوا جملہ ہے
راسی طرح علوم قاسمی کے امین حکیم الاسلام حضرت العلام قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم نے دارالعلوم کو دیوبند
ستان کا نام دیا تھا۔ اور ساتھ ہی حضرت کے بارے میں حضرت حکیم الاسلام کا وہ جملہ آج بھی سامعین کے کانوں میں
نج رہا ہے۔ کہ رئیس المخلصین حضرت مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم کی جدائی پر دیوبند آج بھی نالاں ہے۔ اسی طرح
رکھی بہت سے واقعات ہیں۔ قدرت کی عجیب شان ہے بڑے بڑے محدث آخر میں بصارت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ مثلاً
م ترمذی۔ حضرت گنگوہی صاحب جو علماء حضرات سے مخفی نہیں ہیں۔ اس پر مستقل کتابیں تصنیف ہو چکی ہیں۔ لیکن کمال
ہے کہ حضرت امراض کثیرہ اور ضعف بصارت کے باوجود روزانہ بلاناغہ ترمذی شریف پڑھانے کے لئے تشریف لاتے ہیں
ضرت جب دو آدمیوں کے سہارے دارالحدیث کے وسیع ال میں داخل ہوتے ہیں۔ بیک زبان طلباء کی زبان سے یہ نکلتا ہے
ولانا صاحب آگئے۔ یہ لفظ مولانا حضرت کے لئے بولا جاتا ہے۔ آج نہیں بلکہ دارالعلوم کی تاریخ اس پر شاہد ہے۔ مولانا
سے مراد طلباء کا ذہن فوراً ہی حضرت شیخ الحدیث کی طرف جاتا ہے۔

علمی دنیا میں ہمارے حضرت شیخ الحدیث صاحب کے نام سے مشہور ہیں۔ یہی نقطہ ہے مدنی برادری والے جانتے
ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کی چار دیواری میں حضرت مدنیؒ مولانا صاحب کے نام سے مشہور تھے۔ اور دوسرے لوگ
حضرت کو شیخ الاسلام کے نام سے یاد کرتے تھے۔ حضرت کے اصلی علوم و معارف مدنی علوم کا جو منبع ہیں وہ حضرت کی غیر
مطبوعہ تقریرات ہیں۔ جس پر مخدوم زادہ استاذنا المحترم مولانا سمیع الحق صاحب کام کر رہے ہیں اور ترتیب شروع ہو
گیا ہے۔ الحمدللہ کہ ابواب الطہارۃ قریب مکمل ہے۔ اور حضرت مدظلہ اسے سن کر ترمیم و اضافہ فرماتے رہتے ہیں۔ اللہ کرے
حضرت کی زندگی میں یہ طبع ہو کر شائع ہو جائے۔ انک علی کل شیئ قدیر و بالاجابۃ جدیر۔ حضرت کی علم حدیث پر جو
نظر ہے وہ کسی عالم سے پوشیدہ نہیں ہے۔

ایک دن میں نے ایک لفظ حدیث کسی کتاب کے حاشیے پر دیکھا جو بَرَّۃٌ لکھا ہوا تھا۔ تو اس لفظ کے متعلق میں نے
کئی علماء سے پوچھا۔ لیکن کسی سے جواب نہیں ملا۔ لیکن حضرت چونکہ طلباء پر بہت شفقت فرماتے ہیں۔ لہذا میں نے
حضرت کی شفقت دیکھتے ہوئے پوچھا۔

حضرت نے فوراً فرمایا یہ حدیث ہے مسند امام اعظم کتاب النکاح ابوحنیفۃ عن حمادٍ قال اخبرنی
شیخ الی المدینہ الی آخر السند قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھل تزوجت قال لا قال
تزوجن خمسًا قال ماھنّ قال شَہْرَۃٌ بَرَۃٌ ولا لہ بوۃٌ ولا ھب درۃٌ ولا نفوتًا قال الراوی لا اعرف
(باقی صفحہ پر)

مسلمان اقلیتوں کے حالات و مسائل

سید زبیر رسول ہانگ کانگ

ہانگ کانگ میں مسلمانوں کے حالات و ضروریات

ہانگ کانگ میں چالیس ہزار مسلمان ہیں (۲۰ ہزار چینی مسلمان اور باقی دوسرے ممالک سے) مگر زیادہ مقدار صرف نام ہی کے مسلمانوں کی ہے۔ غیر مسلموں کی طرح دولت کی محبت میں زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں مگر دین میں کم — اس لئے سخت ضرورت تھی کہ ان بھائیوں کو دین کی طرف رجوع کیا جائے۔ چنانچہ پہلی مشکل دینی کتابوں کی تھی جو چند ایک اصحاب نے اپنے جیب سے خرید کر مکتبہ کو وقف کردیں۔ جواب تک اڑھائی سو کے قریب جمع ہوئیں۔ اللہ کے فضل سے تبلیغ کا کام شروع ہوگیا ہے۔ تبلیغی جماعتیں بھی آرہی ہیں۔ یہاں کے مسلمان دینی تعلیم میں صفر کے برابر ہیں۔ لہذا ہمارا اولین مقصد یہ ہے کہ انہیں دین سے روشناس کرایا جاتے۔ گذشتہ تین سال سے دین تبلیغ کا کام جاری ہے۔ ہماری مالی حالت بھی کمزور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تبلیغ کا کام بڑے پیمانہ پر نہیں ہو سکا۔

اس دوران ۳۵ چینی مسلمان ہو چکے ہیں۔ ان کی تعلیم کا انتظام بھی دھیرے دھیرے ہو رہا ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ اس سلسلہ میں ہماری مدد کریں۔ چین کے شہر CANTON میں قرآن مجید کے نسخوں کی سخت ضرورت ہے۔ آپ اس سلسلہ میں ہماری راہنمائی کریں۔ اس کے علاوہ ہمارا خیال ہے کہ قرآن مجید چینی زبان کے ترجمہ میں چھپوایا جائے۔ یہاں کے چینی مسلمان عربی پڑھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ البتہ چینی ترجمہ پڑھ لیتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ قرآن مجید کے دو ترجمے ہوں انگریزی اور چینی۔ اگر آپ تعاون فرمائیں اور ہمارا ہاتھ بٹائیں تو چینی زبان میں ترجمہ کا بندوبست ہم کردیں گے۔ سردست ایک ہزار قرآن مجید کے چینی زبان کے ترجمے والے نسخوں کی ضرورت ہے۔

راقم الحروف محکمہ تعلیم میں پروفیسر ہے۔ شادی بھی ایک چینی مسلمان سے ہوگئی ہے۔ میں کافی عرصہ سے پاکستان نہیں آسکا۔ دینی تعلیم میں نے اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی تھی۔ مگر میں عالم نہیں ہوں۔ ۱۹۷۵ء سے بفضلہ تعالیٰ دین کی اشاعت و تبلیغ میں مصروف ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ غیر اسلامی ملک میں مسلمان کی زندگی کا صحیح نمونہ پیش کروں —

رب العالمین نے میرے دل میں دین کا جذبہ پیدا فرمایا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہاں ایک دینی ادارہ قائم ہو جائے تاکہ بچوں کو اسلامی تعلیم سے روشناس کرایا جائے۔ شروع میں میں تن تنہا دین کی تبلیغ میں مصروف رہا۔ اور اب اللہ کے فضل سے کچھ احباب میرے ساتھ ہو گئے ہیں اور وہ دین کی خاطر ہر قسم کی قربانی دینے سے دریغ نہیں کریں گے۔

یہاں سب سے اہم ضرورت اسلامی لٹریچر کی ہے۔ اور ایسی کتابوں کی اشد ضرورت ہے جن سے عقیدہ صحیح ہو۔ (اردو یا انگریزی) اسی طرح اسلامی رسالوں کی بھی ضرورت ہے۔ تاکہ یہاں کے لوگ اسلام کو سمجھ سکیں۔ آپ ایسے رسالوں سے تعارف کرائیں۔

ہمارا ادارہ گورنمنٹ آف ہانگ کانگ نے رجسٹرڈ کر لیا ہے۔ اور میں اس ادارے کا سکریٹری ہوں۔ یہاں پر ایک مستند اور متقی عالم کی بہت کمی محسوس کی جا رہی ہے۔ بعض اوقات بہت پیچیدہ مسائل آجاتے ہیں جنہیں حل کرنے میں بہت دشواری ہوتی ہے۔ آپ کوئی ہمہ صفت موصوف عالم باعمل صحیح العقیدہ بھیجئے یا ایسے عالم دین سے ہمیں متعارف کرائیے تاکہ ان سے خط و کتابت کے ذریعہ معاملہ طے کیا جائے۔

اللہ کے فضل و کرم سے ایک جامع مسجد ستمبر تک مکمل ہو جائے گی۔ اس کے لئے بھی ایک امام کی ضرورت ہے امام کا صحیح العقیدہ ہونا از حد ضروری ہے۔ ساتھ ہی انگریزی اور اردو میں بھی ماہر ہو۔ تحریر و تقریر کے فرائض انجام دے سکتا ہو۔ اور دین کے ہر پہلو سے بخوبی واقف ہو۔ دیوبندی مسلک رکھتا ہو۔ مبلغ ہو۔ بدعات اور شرک سے متنفر ہو۔ تنخواہ معقول دی جائے گی۔ رہائش کی سہولت مفت مہیا ہو گی۔ تنخواہ ماہوار چار ہزار ڈالر ہانگ کانگ۔ یا دوسرے معنوں میں پاکستانی تقریباً آٹھ ہزار روپیہ۔

دین کی تڑپ رکھنے والے عالم۔ متقی اور پرہیزگار کو ہر حال میں ترجیح دی جائے گی۔ مندرجہ ذیل پتہ پر رابطہ قائم کیجئے۔

سید زبیر رسول۔ سیکریٹری

SAYYID ZUBAIR RASOOL,
SECRETARY,
AHL-I-SUNNAT WAL-JAMMAT,
P.O.BOX 60132, TAST TSZ MUI
HONG KONG.
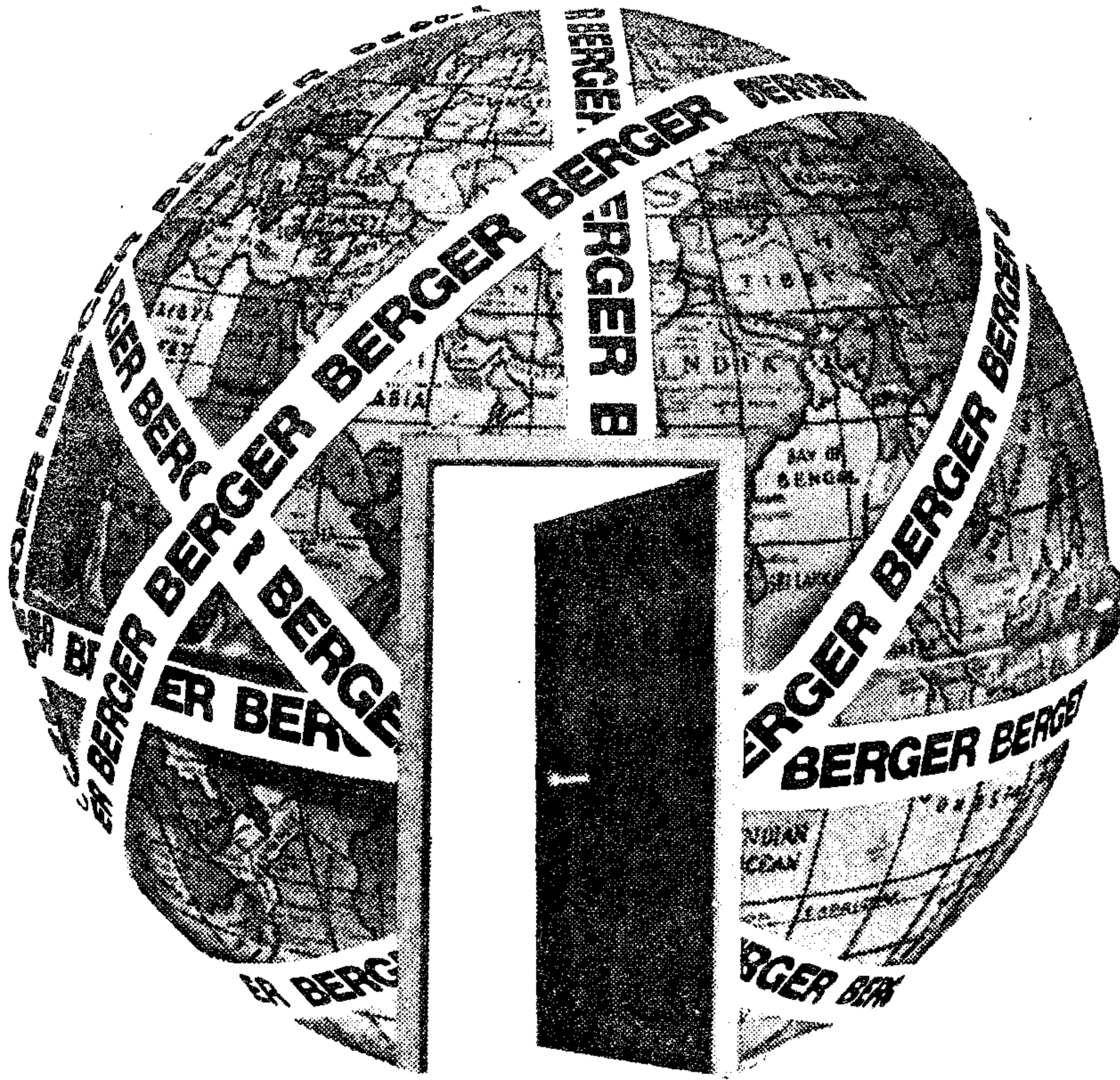
BERGER
روبیالیک
برجر
کے
مشہور زمانہ
پینٹ

حافظ جمیل الرحمن ایم اے۔ بی۔ ایڈ
ہیڈ ماسٹر ہائی سکول۔ ٹوپی

مولانا مفتی حاجی عبدالرحمان صاحب کوٹھوی

صوبہ سرحد کے شمالی اضلاع میں سے تحصیل صوابی اپنی عظیم شخصیات اور نابغہ روزگار ارباب علم وفضل
کی وجہ سے ایک وقت مرجع خلائق تھا۔ مختلف اکناف و اطراف اوطان و بلاد سے تشنگان علوم و
فنون یہاں آکر منابع فیوض سے اپنی علمی تشنگی بجھاتے۔ دیوبند کے قیام سے پہلے یا اس دوران
یہاں پر علمی حلقے ہوتے۔ ان شہسواران میدان فضل نے نہ صرف علمی سٹیج کو سجایا۔ بلکہ ساتھ ہی ساتھ
محاذ جہاد میں پیش پیش رہے۔ انگریز کے خلاف جنگ میں اور استخلاص وطن کے لیے ان کی قربانیاں
تاریخ کے اوراق میں آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ لیکن افسوس کہ ان اجلہ ارباب فضل و تقویٰ
اور اصحاب علم و فن کے حالات قلم بند کرنے کی طرف نہ کسی نے توجہ دی اور نہ خود انہوں نے اپنی
یادداشتیں مرتب کیں۔ تاکہ بعد میں ان پر تحقیق کرنے والے اس سے کچھ استفادہ کرتے۔ وہ لوگ تو
چونکہ فنا فی اللہ تھے۔ دنیا سے کنارہ کش اور نمود و تشہیر سے کوسوں دور۔ اس لئے ان سے یہ گلہ بجا
ہے۔ اس علاقے میں بہت سے علمی خانوادے ہیں۔ اور ان کے مشائخ کے واقعات جابجا سننے میں
آتے ہیں لیکن مستقل طور پر ان پر کچھ نہیں لکھا گیا۔

زیر نظر مضمون جناب حافظ جمیل الرحمن صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول ٹوپی نے اپنے والد
گرامی قدر پر لکھا ہے۔ بندہ نے ان کو چند عناوین پر مشتمل ایک سوالنامہ ساتھ بھیجا تھا۔ تو انہوں نے
ذرہ نوازی کرتے ہوئے یہ سطور لکھ دیں۔ انہیں بھی تفصیلی حالات معلوم نہ تھے۔ یہ صرف چیدہ چیدہ باتیں
ہیں جو انہوں نے اپنے حافظہ سے منضبط کی ہیں۔ بہرحال یہ ایک اشاریہ سا ہے۔ لیکن پھر بھی اتنا تو
ہوا کہ مقصد منصۂ شہود پر آیا۔

(حافظ محمد ابراہیم فانی)

نام ونسب۔ مولانا عبدالرحمن صاحب ولد مولانا فیروز الدین ولد مولانا حمید اللہ ولد مولانا عبدالقدوس ولد قاضی

عبدالرزاق۔

مولد و مسکن:۔ کوٹھا تحصیل صوابی ضلع مردان (غالباً) درّانی پٹھان قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد موضع کوٹھا کے ممتاز بزرگان دین تھے۔ جو علم و فضل اور زہد و تقویٰ میں زبان زد عام و خاص رہے ہیں۔

ابتدائی تعلیم:۔ پرائمری تعلیم اور ابتدائی دینی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ دینی علوم کی تحصیل و تکمیل کے لئے دہلی گئے۔ حضرت مفتی کفایت اللہ (مفتی ہند اور صدر جمعیۃ علماء ہند)

فراغت اور تدریس:۔ کے مدرسہ امینیہ دہلی میں مفتی صاحب سے سندِ فراغت حاصل کی۔

حضرت مفتی صاحب نے اپنے ہونہار اور قابل طالب علم کو جامع فتحپوری دہلی میں تدریس کے فرائض سپرد کئے۔ جہاں آپ نے ۳۰ سال تک اعلیٰ علوم کی تدریس کی۔ تقسیم ہند کے بعد ضلع ملتان کے ایک مشہور شہر کہروڑ پکا میں مدرسہ باب العلوم کے صدر مدرس اور مفتی مقرر ہوئے۔

جامعہ اسلامیہ بہاولپور اور دیگر اہم دینی درسگاہوں نے آپ کو متعدد بار اہم عہدوں کی پیش کش کی۔ لیکن ملتان کے عقیدت مندوں کو ان کی جدائی سخت ناگوار تھی۔ چنانچہ اسی مذکورہ دینی درس گاہ ۸ رجون ۷۲ء تک دینی خدمت سرانجام دیتے رہے۔

اکابرین دیوبند کے ساتھ تعلق:۔ اہالیان کہروڑ پکا کے دلوں میں اعلیٰ خطیبوں اور مایہ ناز عالموں کی وعظ نصیحت اور تقریریں سننے کا فطری شوق ابتدا سے موجود رہا ہے۔ چنانچہ یہ شہر بلند پایہ خطیبوں کا مرکز اور مرجع رہا اور مفتی صاحب (عبدالرحمان) کے ساتھ ان کی ملاقاتوں کی محفلیں اور مجلسیں ایک عجیب پُرکیف اور قابلِ رشک علمی اور دینی فضا قائم کرتی رہی۔

جناب سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ۔ مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ۔ مولانا عبداللہ صاحب درخواستی۔ مولانا مفتی محمود صاحبؒ۔ مولانا عبدالحق صاحب (اکوڑہ خٹک) مولانا عبدالحلیم صاحب (زروبی) مولانا غلام اللہ خان صاحب، قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ۔ مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ۔ مولانا شریف اللہ صاحب (صدر مدرس فتحپوری) مولانا بنوری صاحبؒ۔ مولانا محمد علی صاحب جالندھریؒ جیسے اکابر علماء اور خطباء اور بزرگان دین سے ان کا قلبی تعلق رہا۔

بیعت و ارشاد:۔ چاروں سلسلہ ہائے طریقت سے منسلک رہے (غالباً) جامع فتحپوری کی مدرسی کے دوران [illegible] (ہند) کے ایک مشہور بزرگ و مرشد سے بیعت کی۔ اور اس وقت سے تا دم آخر کوئی لمحہ اللہ کی یاد سے غافل نہیں گذرا۔ تمام عمر وعظ و نصیحت، درس و تدریس، ذکر و اذکار، حصول فیض اور تقسیم فیض میں صرف [illegible] نہ صرف اہل ملتان بلکہ اطراف و اکناف کے ہزاروں عقیدت مند ان سے روحانی فیض و سکون حاصل کرتے رہے

تصنیف وتالیف :۔ تصنیف وتالیف کے لئے وہ وقت نہ نکال سکے۔ البتہ ان کے اجل تلامذہ کے پاس ان
کی تدریس کی تقریریں محفوظ ہیں۔ نمود ونشہیر کی زندگی سے کنارہ کش رہے۔ ان کی لائبریری قیام پاکستان کے
ہنگاموں کی نذر ہوگئی۔ تاہم کچھ حصہ اب بھی ان کے گھر کی زینت بنا ہوا ہے۔

اجلہ تلامذہ :۔ ان کے مریدوں کی طرح ان کے تلامذہ کی تعداد کا بھی حصہ کرنا مشکل ہے۔

رشتہ دار علماء :۔ ان کے قریبی رشتہ داروں میں مولانا الحاج عبدالجبار صاحب مرحوم فاضل دیوبند۔ مولانا عبدالحلیم
صاحب فاضل دیوبند (صدر مدرس دارالعلوم حقانیہ) مولانا محمد ایوب صاحب۔ کوٹھا (فاضل امینیہ دہلی) الحاج مفتی
عبدالباقی صاحب زروبی (انگلینڈ) الحاج مولانا محمد زاہد صاحب۔ مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب فانی۔ مولانا عبدالحی
صاحب زروبی۔ مولانا عبدالقیوم صاحب کوٹھا۔ (فاضل فتحپوری) الحاج مولانا محمد عثمان صاحب ہری پور۔ مولانا
عبدالغفار صاحب لاہور۔ مولانا انیس احمد صاحب (فاضل حقانیہ) مولانا حافظ محمد سلیم صاحب (فاضل حقانیہ) مولانا
محمد الاسلام صاحب مرحوم (فاضل فتحپوری) مولانا عبدالحلیم صاحب (فاضل حقانیہ) مولانا محمد شاہ صاحب مرحوم
کوٹھا۔ الحاج مولوی رحمت اللہ صاحب۔ مولانا عبداللہ جان صاحب۔ مولانا عبدالسلام صاحب مرحوم کوٹھا۔ مولانا سید
جلال صاحب مرحوم کے نام نامی شامل ہیں۔

اولاد :۔ ان کے فرزند حافظ جمیل الرحمان ایم اے بی ایڈ فاضل السنہ شرقیہ۔ آج کل گورنمنٹ ہائی سکول ٹوپی ضلع مردان
میں ہیڈ ماسٹر ہیں جو دہلی اور ملتان میں ان کے ساتھ رہے اور حضرت مفتی صاحب سے علوم حاصل کرتے رہے =

بقیہ دارالحدیث دارالعلوم حقانیہ

بینا مما قلت الی اخر الحدیث۔ حضرت نے اس کا حوالہ دیا اور ساتھ ہی فرمایا۔ دیوبند میں یہ کتاب میں نے دیکھی تھی
بیس سال کے بعد حوالہ صحیح نکلا۔ بعینہ یہی عبارت کتاب میں موجود تھی میں نے دیکھی یہ ایک مثال ہے۔ ایک نہیں ہزاروں
مثالیں ایسی ہیں جو حضرت سبق میں روزانہ یاد فرماتے ہیں۔ مثلاً شمائل ترمذی میں حدیث ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں (یحب الحلوٰۃ والعسل) جو چیز نظر میں اچھی نظر آئے اور دوسری
چیز میٹھی ہو تو ان دونوں میں باب کا فرق کرنا بڑا مشکل ہے۔ لیکن حضرت نے فرمایا حلا فی الفم حلی فی العین یہ
ہے مہارت =

PUBLICATION AND SALE OF 1980-81 HOUSING AND POPULATION CENSUSES PUBLICATIONS.

The following 1980-81 Housing and population censuses publications have been printed and are available for sale at the price given against each:-

S.NO.	Name of publication	Price per copy
1.	1980-81 Housing and population Censuses Bulletin No.1 of Pakistan.	Rs.3.00
2.	1980-81 Housing and population Censuses Bulletin No.2 of N.W.F.P.	Rs.3.00
3.	1980-81 Housing and population Censuses Bulletin No.3 of Punjab.	Rs.3.00
4.	1980-81 Housing and Population Censuses Bulletin No.4 of Sind.	Rs.3.00
5.	1980-81 Housing and Population Censuses Bulletin No.5 of Baluchistan.	Rs.3.00
6.	1980 Housing Census of Pakistan Bulletin No.6(Summary Results).	Rs.10.00
7.	1980 Housing Census Report of Pak:	Rs.25.00
8.	1980 Housing Census Report of NWFP & FATA	Rs.35.00
9.	1980 Housing Census Report of Punjab	Rs.35.00
10.	1980 Housing Census Report of Sind.	Rs.30.00
11.	1980 Housing Census Report Of Baluchistan.	Rs.25.00

The above publications can be had from the following places:-

1. Population Census Organisation,
   16-Almarkaz,Near Melody Cinema,
   Islamabad(Ph;27233).
2. Population Census Organisation,
   21-Banglore Town.Shahrah-e-Faisal,
   Karachi (Ph:430413).
3. Population Census Organisation,
   64/Shadman Market,Lahore(Ph:417267).
4. Population Census Organisation,
   4-C,Gulmohare Lane,University Town,
   Peshawar (Ph:41203).
5. Population Census Organisation,
   7-8/2,Railway Housing Society,
   Quetta (Ph:73378).
6. Manager of Publications,
   Central Publication Branch,University Road,
   Karachi (Ph:411127).
7. All Government Publications Sale Agents.

P.I.D.(Islamabad)Advt.No793/46

تقریر :- مولانا قاضی عبداللطیف صاحب
تلخیص :- اخوندزادہ عبدالقیوم حقانی

ہمارے قومی و ملی مسائل

وفاقی کونسل مجلس شوریٰ کے بجٹ میں مولانا قاضی عبداللطیف صاحب کلاچی کی طویل تقریر کی تلخیص

ایک ترقی پذیر ملک کے لئے ۸۰ ارب روپے کا بجٹ کوئی معمولی بجٹ نہیں ہے لیکن یہ بجٹ اپنے ماحول، اپنے اردگرد اور اپنے نزدیکی انقلابات' واقعات اور حالات کو مدنظر رکھ کر نہیں بنایا گیا۔ جب کہ ہماری اردگرد کی دنیا میں جس قدر بھی انقلابات آرہے ہیں سب معیشت کی پیداوار ہیں۔

اس بجٹ کے اندر یہ رنگ دینے کی کوشش بھی کی گئی ہے کہ یہ بجٹ اسلامی ہے کہ اس میں سے ایک کروڑ روپیہ دعوت وتبلیغ کے لئے رکھا گیا ہے۔ نیز اس کے اندر اسلام کے نظام کو سمو دیا گیا ہے۔ لیکن ہم اسے اسلام کی معیشت اور مالیاتی نظام نہیں کہہ سکتے کیونکہ زکوٰۃ وعشر کا ترقیاتی کاموں سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ وہ تو ہنگامی اور حادثاتی طور پر محتاج ہونے والوں کی ایک مدد ہے۔

سوال یہ نہیں ہے کہ جس کے پاس زیادہ دولت ہو اس سے لے کر غریبوں کو دے دیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم نے معیشت کے ان وسائل کو کتنا آزاد کیا ہے۔ جناب والا! ہم نے تمام وسائل کو خاص کر لیا ہے تاجروں اور کارخانہ داروں کے لئے۔ مزدوروں پر کنٹرول ہے کوئی مزدور بغیر لائسنس کے ملک سے باہر مزدوری کے لئے نہیں جا سکتا۔ یہاں یہ نظام چل رہا ہے کہ اس وقت ملک میں پانچ کروڑ ایکڑ زمین کاشت ہوتی ہے جس میں سے تقریباً ۳۵ فیصد بڑے زمیندار کاشت کرتے ہیں اور ۶۵ فیصد چھوٹے زمیندار۔ جب کہ ملک میں ڈیڑھ لاکھ ٹریکٹر چالیس ہارس پاور سے زیادہ کے موجود ہیں جب کہ قیمت ایک لاکھ روپیہ ہے۔ چھوٹا زمیندار کیسے خرید سکتا ہے۔ معیشت کے استحکام کا دارومدار اس بات پر تھا کہ ہم ان وسائل و ذرائع کو آزاد کر دیتے جب تک آپ ملک میں سرمایہ اور محنت کے درمیان توازن پیدا نہیں کریں گے اس کو اسلامی نظام نہیں کہا جا سکتا۔ کامیاب بجٹ کا انحصار مجموعی دولت پر نہیں اصل دارومدار دولت کی تقسیم ہے۔ دولت کا رخ کس

طرف سے یہ کہاں جا رہی ہے۔ جب حساب جوں کا توں ہے تو غربت کیوں بڑھتی جا رہی ہے۔

اب میں اپنے ضلع (ڈیرہ اسمٰعیل خان) کے متعلق کہتا ہوں۔ ساڑھے اٹھارہ لاکھ ایکڑ رقبہ زمین قابل کاشت ہے۔
جب کہ اس وقت ۲½ لاکھ رقبہ زیر کاشت آ رہا ہے۔ ایوب خان کے زمانہ میں چیکوسلاویہ کی مدد سے ایک سکیم بنائی گئی جس
پہ ۶ کروڑ روپیہ خرچ کیا گیا۔ مگر معلوم نہیں اسے کیوں ترک کر دیا گیا۔ اور آج تک وہ تشنۂ تکمیل پڑا ہے۔ میں پوچھتا ہوں
اس اٹھارہ لاکھ ایکڑ زمین کے لئے آپ نے کیا کیا ہے۔

چشمہ رائٹ بنک کینال کے لئے اس سال ۳۳ کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے اس حساب سے اس کی تکمیل پانچ سال بعد
ہوگی۔ تو ہمیں بجا طور پہ خطرہ ہے کہ اس کا انجام بھی وہی ہوگا جو گل کچھ کا ہوا ہے۔ کم از کم اس کے لئے پچاس کروڑ روپیہ
رکھنا چاہئے تھا۔

اسلام کے بجٹ کے اندر آمد کے ذرائع ہوتے ہیں وہ معدنیات ہوتے ہیں زراعت ہوتی ہے۔ بین الاقوامی تجارت
اور قدرتی وسائل ہوتے ہیں۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کیا ہم نے معدنیات نکالے ہیں اور مذکورہ وسائل کو اختیار کیا ہے۔
بجٹ میں جو دس ارب روپے کا خسارہ ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ ہمیں خرچ کرنے کے طریقے نہیں آتے۔ اور ہمارے اخراجات
بڑھ رہے ہیں۔ مالیات کا شعبہ شریعت کے نزدیک اہم ترین شعبہ ہے اور شریعت میں اسراف و تبذیر دونوں کو حرام قرار
دیا گیا ہے۔ اس بجٹ میں تقریباً ۱۹ کروڑ روپیہ خاندانی منصوبہ بندی کے لئے مختص کیا گیا ہے تو ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ اسلامی
بجٹ ہے اگر کسی کی شادی ہوتی ہے اور وہ قرض لے کر مسرفانہ شادی کرتے ہیں تو ساری دنیا کہتی ہے بڑا بے وقوف ہے ہم
دیکھ رہے ہیں کہ ہم دنیا کے مقروض ترین ملکوں میں شمار ہوتے ہیں مگر اس کے باوجود ہمارے مسرفانہ اخراجات میں کمی نہیں آ رہی۔
ملازمین کی تنخواہوں کے اندر اس وقت جو زمین آسمان کا فرق ہے اسے کم کیا جائے۔ زمینداراں اور کاشتکاروں کو جو ٹیکسوں کا
تحفہ دیا گیا ہے میں عرض کروں گا ان کو زیادہ سے زیادہ چھوٹ دی جائے قرضہ بلا سود دیا جائے۔ دریا اور ڈیرہ پل کے لئے کروڑ
روپیہ رکھا گیا ہے جو ناکافی ہے اس کے لئے کم از کم ۱۴ کروڑ روپیہ رکھنا چاہئے۔ چاہی اور بارانی زمینوں کی طرف توجہ دی
جائے اور ان کے لئے خصوصی رقم مختص کی جائے۔

گل کچھ سکیم کے لئے ایک کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے اسے اگر واقعۃً کارآمد بنانا ہے تو اس کے لئے چھ کروڑ روپیہ
رکھنا چاہئے۔ ڈیرہ سے کندیاں ۱۵۶ میل کی مسافت ہے جو ۵ گھنٹوں میں طے ہوتی ہے سڑک تباہ ہے۔

جناب چیئرمین۔ یہ صوبائی مسئلہ ہے اس کے متعلق پہلے بھی آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔

مولانا قاضی عبداللطیف۔ جناب والا یہ فنڈ زدہ ہیں جو مرکز سے دئے جا رہے ہیں اس لئے کہ وہ پنجاب سے
ملانے والی سڑک ہے۔ میں گذارش کروں گا کہ اس کے لئے بھی رقم رکھی جائے۔

دار العلوم کے شب و روز

شفیق فاروقی

❋ **تعلیمی سرگرمیاں** ۱۰ ر شوال کو نئے تعلیمی سال کا آغاز ہوا۔ اور بڑے جوش و خروش سے قدیم اور جدید طلبہ نے داخلہ لیا۔ ۲۴ ر شوال کو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے دار الحدیث میں ترمذی شریف کے درس اور ختم کلام پاک سے افتتاح ہوا۔ افتتاحی خطاب میں حضرت نے طلبہ کے دوران تعلیم کے فرائض و آداب پر خطاب فرمایا۔ جو شمر کیا شائع ہے۔ اس سال اساتذہ میں حضرت مولانا عبد الرحمان صاحب کوہستانی کا اضافہ کیا گیا سبکدوش ہونے والے استاذ کی جگہ ان کی تقرری عمل میں آئی۔ اور اب وہ اعلیٰ فنون کی کتابیں پڑھا رہے ہیں۔ اسی طرح مولانا عبد القیوم صاحب ڈیروی فاضل حقانیہ کی تقرری بھی موتمر المصنفین کے تصنیفی کام کے علاوہ ایک آدھ گھنٹہ اسباق بھی پڑھا رہے ہیں۔ آپ کے ذمہ اصل کام حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے امالی ترمذی کی صفائی و ترتیب کا ہے۔ جو آپ حضرت مولانا سمیع الحق کی نگرانی اور تعاون و اشتراک سے شروع کر چکے ہیں۔ صاف شدہ مسودہ بعد از عصر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کو سنایا جاتا ہے۔ اور حضرت اس میں ترمیم و اضافہ اور مکمل نظر ثانی فرما رہے ہیں۔

حقائق السنن شرح جامع السنن کے نام سے اس عظیم الشان شرح کا آغاز ہو چکا ہے۔ کتاب کے افتتاح کے لئے مولانا سمیع الحق صاحب نے پچھلے سال ۱۰ ر محرم الحرام ۱۴۰۰ ھ کو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ اور تمام اساتذہ کو دفتر الحق میں زحمت دی تھی اور حضرت مدظلہ نے اپنے مبارک دستخط اور خطبہ مبارک لکھ کر اور سب اساتذہ نے مل کر اس کی تکمیل کی توفیق کی دعا فرمائی۔ تمام اہل علم حضرات سے اس کام کے باحسن تکمیل کی دعا فرماتے رہیں۔

❋ دار الحفظ والتجوید میں بھی بحمد اللہ تعلیم و تدریس کا کام باحسن طریقہ شروع ہو گیا ہے۔ اس وقت صرف شعبہ حفظ میں اسّی بچے زیر تعلیم جن میں سے تقریباً ۵۰ طلبہ کی رہائش بھی دار الحفظ میں ہے۔ تین جید قراء و حفاظ مصروف کار ہیں۔ الحمد للہ دار العلوم کے تمام شعبے تعلیم و تدریس میں یکسوئی سے مصروف ہیں۔

❋ ۳ ر ستمبر صبح نو بجے پشاور یونیورسٹی کے وائس چانسلر جناب پروفیسر طاہر خیلی صاحب یونیورسٹی سنڈیکیٹ کے دیگر معزز ارکان کے ساتھ دار العلوم تشریف لائے۔ پروفیسر محمود الحق حقانی صاحب بھی ان کے ہمراہ تھے۔ مولانا سمیع الحق صاحب نے معزز مہمانوں کو دار العلوم کے مختلف شعبوں کا معائنہ کرایا۔ جناب وائس چانسلر صاحب دار العلوم کے وسیع تعلیمی و اشاعتی کام اور تعمیرات کو دیکھ کر بے حد متاثر ہوتے۔ دار العلوم کو تین ہزار روپیہ عطیہ بھی پیش فرمایا۔ اور دونوں تعلیمی اداروں کی ہر طرح کے باہمی ربط و تعاون کی مخلصانہ پیش کش بھی فرمائی ؛

تعارف و تبصرۂ کتب

سیرت سید المرسلین ﷺ | از مولانا حافظ عبدالمجید شاکر چغتائی — صفحات ۷۰۲ - قیمت درج نہیں۔

پتہ: چغتائی جنرل سٹور، کہروڑ پکا - ملتان

محترم صدر پاکستان کا استفسار اور مدیر الحق کا جواب

سیرت طیبہ پر یہ وقیع کتاب پچھلے سال شائع ہوئی تو بعض حلقوں نے اسے اپنے مزعومہ خیالات پر عزت کے لئے نقصان دہ سمجھ کر ایک ملاقات میں صدر پاکستان سے اسے ضبط کرنے کا مطالبہ کیا۔ مگر صدر پاکستان نے کوئی قدم اٹھانے کے بجائے از راہ تدبیر و دانشمندی مجلس شوریٰ میں شامل تمام مکاتب فکر کے علماء کرام سے اس کتاب پر اپنی رائے دینے کی خواہش ظاہر کردی۔ احقر بھی اس ملاقات کے دوران موجود تھا۔ بعد میں یہ کتاب استصواب کے لئے باقاعدہ ڈاک سے بھیج دی گئی۔ اس کے جواب میں احقر نے حسب ذیل مکتوب میں اپنی رائے ظاہر کردی۔

محترمی و مکرمی عالی مرتبت جناب صدر پاکستان زید کرمکم — سلام مسنون

ملاقات کے وقت آپ کے زبانی حکم اور پھر وزارت مذہبی امور کے گرامی نامہ نمبر ۱۰۲۰ ڈی ایس آر آر/۸۲/۶، ۲۴ مئی ۸۳ء درباره کتاب سیرت سید المرسلین صلوٰۃ اللہ علیہم کے جواب میں مختصراً اپنی رائے تحریر ہے۔ اس کتاب میں اہل سنت والجماعت کے اجماعی اور متفقہ عقائد کے خلاف کوئی بات ہمیں معلوم نہیں ہوسکی اور وحی اور رسالت اور صاحب نبوت کبریٰ علی صاحبہا الف الف تحیۃ کے بارہ میں کوئی ایسی چیز نہیں پائی گئی جو کتاب و سنت اور اقوال سلف اور خیر القرون سے جو متواتر چلے آرہے ہیں سے متصادم ہو۔ موجودہ کسی گروہ یا فرقہ کی وجہ سے اہل سنت والجماعۃ کے ہاں عہد سعادت خیر القرون سے مسلّمہ طے شدہ عقائد و نظریات پر مبنی علمی تحقیقات کو مسترد نہیں کرنا چاہئے بلکہ ایسے علمی و تصنیفی خدمات کی تحسین ہونی چاہئے ——— منسلکہ خط میں دار العلوم حقانیہ کے مفتی صاحب کی مختصر رائے بھی تحریر ہے جس سے میری رائے کی مزید تائید ہوسکے گی۔ والسلام

سمیع الحق غفرلہ

جمعیت علماء ہند۔ حصہ دوم | مؤلفہ پروین روزینہ ناشر قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ وثقافت، پوسٹ بکس نمبر ۱۲۳۰ اسلام آباد صفحات ۳۸۸۔ قیمت ساٹھ روپے

زیر نظر کتاب کے حصہ اول پر "الحق" میں تبصرہ شائع ہو چکا ہے۔ حصہ دوم میں نویں اجلاس (۱۹۳۰ء) سے چودہویں اجلاس (۱۹۴۵ء) تک کے خطبات استقبالیہ، خطبات صدارت اور منظور شدہ تجاویز مرتب کی گئی ہیں۔ کتاب کے آخر میں دو ضمیمے ہیں۔ پہلے ضمیمہ میں "قانون فسخ نکاح" سے متعلق علماء کا مرتب کردہ ایک مسودہ دیا گیا ہے۔ دوسرا ضمیمہ ان تمام حضرات کے سوانحی خاکوں پر مشتمل ہے جنہوں نے جمعیت کے سالانہ اجلاسوں کی صدارت کی اس حصہ میں کتاب کے دونوں حصوں کا مکمل اشاریہ بھی شامل ہے۔ ایک علمی اور تحقیقی ادارہ سے اس کی توقع تھی جو بطریق احسن پوری کی گئی ہے۔

پروین روزینہ صاحبہ کی اس تالیف سے برصغیر کی سیاسی اور مذہبی زندگی میں علمائے کرام کی کوششوں پر روشنی پڑتی ہے اور علمائے کرام کے کردار اور کارناموں کے بارے میں رائے قائم کرنے میں مدد ملتی ہے۔

قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ وثقافت سے بجا طور پر یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ قومی اہمیت کی حامل ایسی ہی دوسری دستاویزات کی ترتیب وتدوین کی جانب توجہ دے گا۔ زیر نظر کتاب کی کتابت اور طباعت کا معیار اچھا ہے۔

قرآن۔ ایک نظر میں | از مولانا محمد میاں صدیقی۔ ناشر مطبوعات حرمت۔ بینک روڈ راولپنڈی (صدر) صفحات ۴۴۴۔ طباعت عمدہ۔ قیمت ستر روپے

امت مسلمہ آج جن اعتقادی اور عملی کوتاہیوں کا شکار ہے۔ ان سب کا واحد سبب یہ ہے کہ اس کا تعلق کتاب ہدایت یعنی قرآن مجید سے کمزور ہو گیا ہے۔ اس تعلق کو از سر نو استوار کرنے اور اسے مضبوط بنانے کے لئے جو بھی اور جس قدر بھی کوشش کی جائے مستحسن اور قابل تعریف ہے۔

ادارہ مطبوعات حرمت نے اردو دان طبقہ کو قرآن سے قریب لانے اور استفادۂ قرآن کی راہ مختصر کرنے کی خاطر پہلے "مضامین قرآن حکیم" شائع کی اور اب زیر نظر کتاب "قرآن۔ ایک نظر میں" پیش کی ہے۔

قرآن۔ ایک نظر میں۔ جناب محمد میاں صدیقی صاحب کی کاوش کا نتیجہ ہے۔ جن کے قلم سے اس سے پہلے دینی اور علمی موضوعات پر کئی کتابیں اور مقالات شائع ہو چکے ہیں۔

زیر نظر کتاب دو حصوں میں منقسم ہے۔ پہلا حصہ کتاب کے ۳۹۲ صفحات کو محیط ہے۔ اس میں ہر سورہ کا تعارف اسباب وزمانۂ نزول اور رکوعات کا خلاصہ دیا گیا ہے ہر رکوع کا خلاصہ زیادہ سے زیادہ دس سطروں میں آگیا ہے۔ مؤلف نے سورہ کے تعارف اور اسباب نزول کے لئے عربی اور اردو کی اکثر مستند تفاسیر سامنے رکھی ہیں۔ البتہ

رکوعات کے خلاصہ کے سلسلہ میں انہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ سادہ قرآن پاک سے بہ نظر غائر ایک رکوع پڑھا اور مختصر الفاظ میں اس کا خلاصہ قلم بند کیا۔ مولف نے حتی الوسع فنی بحثوں سے اجتناب برتا ہے۔ اور رائج الوقت مناظرانہ موشگافیوں سے دور رہے ہیں۔

کتاب کے دوسرے حصہ میں قرآن کے مختلف ناموں، سورتوں اور ان کے رکوعات کی تفصیل، کاتبین وحی، قرآن کے مختلف زبانوں میں تراجم اور ان کے علاوہ وہ تمام بنیادی معلومات حسن سلیقہ کے ساتھ درج کی گئی ہیں۔ جن کا جاننا قرآن کے ایک طالب علم کے لئے ضروری ہے۔

انداز بیان سادہ اور سلیس ہے اور عام پڑھا لکھا آدمی اس کتاب سے بخوبی استفادہ کر سکتا ہے۔ امید ہے محمد میاں صدیقی صاحب کی یہ تالیف قرآن فہمی میں معاون ثابت ہو گی۔

سرسید کی کہانی - ان کی اپنی زبانی | مؤلف ضیاء الدین لاہوری۔ ملنے کا پتہ۔ مکتبہ شاہد ۹/۱ علی گڑھ کالونی کراچی ۲۱
صفحات ۱۱۲ - قیمت ۱۵ روپے - اسی سال پہلے خواجہ الطاف حالی نے سرسید احمد خان کی سوانح عمری "حیات جاوید" لکھی تھی اور یہ سوانح عمری اپنی کوتاہیوں کے باوجود سرسید احمد خان کی زندگی اور خیالات کے بارے میں اب بھی ابتدائی ماخذ ہے ضیاء الدین لاہوری صاحب نے حیات جاوید سے بعض واقعات کو مناسب ترتیب سے یکجا کیا ہے جو مولانا حالی کو براہ راست سرسید یا ان کے قریبی رفقا سے معلوم ہوئے تھے یہ اقتباسات سوانح کا ایک رخ متعین کرتے ہیں۔ کتاب کا مقدمہ ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری نے لکھا ہے اور انہوں نے سرسید احمد خان کے فکر و عمل پر بھرپور گرفت کی ہے۔ (اختر راہی)

مسائل نماز | از مولانا اشرف علی قریشی۔ مدیر جامعہ اشرفیہ پشاور

یہ کتاب مسائل نماز، وضو، اذان، جنازہ، عیدین اور صبح شام کے اذکار و ادعیہ کی ایک جامع پاکٹ بک ہے جو حد درجہ سلیقہ سے مرتب کی گئی ہے۔ سفر و حضر میں ساتھ رکھنے سے ہر موقعہ پر فائدہ یقینی ہے۔

غزوات نبوی | مؤلف: ثناء الحق صدیقی - ناشر۔ پاک اکیڈمی ۱۴/۱ وحید آباد (گولی مار) کراچی ۱۸
صفحات ۱۶۰ - قیمت ۶ روپے

سیرت پاک پر حال ہی میں شائع ہونے والی کتابوں میں سے ایک زیر نظر ہے۔ اس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ستائیس غزوات کے واقعات اختصار سے بیان کئے گئے ہیں۔ جناب مؤلف وسیع المطالعہ اور صاحب نظر ہیں۔ ان کی یہ تالیف گو مختصر ہے مگر اپنے موضوع پر کافی مفید ہے۔

❀❀❀❀❀

تغیّر کی دنیا میں
رُوح افزا کو دوام حاصل ہے
رُوح افزا جیسے سچّے مشروب کی تخلیق میں طویل تجربہ،
فنی مہارت اور طبّی علم و دانش کا بڑا ہاتھ ہے۔ اس کی کوالٹی بھی
اسی مہارت سے قائم و دائم رکھی جاتی ہے۔
بے شک ذائقہ، تاثیر اور رنگ میں کوئی مشروب
رُوح افزا کا ثانی نہیں۔
مشروبات میں سرفہرست
رُوح افزا
ہمدرد
Adarts
1/81

بلند ہمّت
جوانوں کی پسند
اُجالا ڈینِم
اور
صَدف شرٹِنگ
مضبوط و دیرپا اُجالا واش اینڈ ویئر ڈینِم
خوشنما رنگوں میں لیجئے۔
صَدف شرٹِنگ بہت سے نئے رنگوں میں
دستیاب ہے۔
زندہ دل جوانوں کا ذوقِ زیبائش
آج جنکے دم سے رونق اور چہل پہل ہے۔
Toray
TETORON
محمد فاروق ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
Asiatic

MFTM-5-77